ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
www.tanzeem.org
44
24تا30 صفر المظفر 1439ھ/14تا20 نومبر 2017ء

اس شمارے میں

وَیۡلٌ لِّلۡعَرَبِ!
اسلامی ریاست میں رول ماڈل صرف آپ ﷺ کی شخصیت
امیر تنظیم اسلامی کا پیغام رفقائے تنظیم کے نام
مطالعہ کلام اقبال
سالانہ اجتماع: تزکیہ و تربیت......
سبز صحیفہ روشن!
الیکشن قوانین میں تبدیلی اور ختم نبوت......
ماہِ صفر المظفر: اسلام کی نظر میں

تین فتنے

حضور ﷺ کی اُمت کو تین فتنوں سے شدید نقصان پہنچا ہے: پہلا مسلمان نام کی ان حکومتوں کا فتنہ جنہوں نے حضور ﷺ کی سنت اور اسلامی آئین کی پابندی سے انحراف کر کے حریت، مساوات، اخوت، مشاورت، عدل و انصاف اور کفالت عامہ جیسی قدروں کو پامال کیا اور اُمت کو زوال اور انتشار کی پستیوں میں دھکیل دیا۔ دوسرا فرقہ و مسلک پرستی اور نسلی تعصبات کا فتنہ، جس نے اُمت کے اندرونی اتحاد کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا۔ تیسرا دین کے اس عوامی تصور کا فتنہ جو انفرادیت کو جماعتی زندگی پر فوقیت دیتا ہے، فروعات اور مستحبات کو فرائض و واجبات پر مقدم ٹھہراتا ہے، جس میں فریضہ اقامت دین کا کوئی تصور نہیں اور جس نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور اس کا سیاست سے رشتہ ختم کر دیا۔

انہی تین فتنوں کے باعث اُمت کو ماضی میں چرکے سہنے پڑے اور یہی وہ فتنے ہیں جن کی وجہ سے آج کفر و شرک کی عالمی طاقتیں اُمت پر مسلط ہیں اور اُمت اپنی سیاسی اور اقتصادی آزادی کھو چکی ہے۔

اب اُمت کا مسئلہ یہ نہیں کہ لوگ اپنے اپنے مسالک چھوڑ کر دوسرے کا مسلک اختیار کر لیں بلکہ اس کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام فرقے باہم متفق ہو کر اُمت کے اندرونی اتحاد کو مضبوط بنائیں، اس کی امامت کے عالمی منصب کی بحالی کے لیے ایک دوسرے سے تعاون کریں اور حضور ﷺ کی جامع سنت کے اتباع یعنی اقامت دین یا اسلامی نظام کے قیام کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کا ہدف بنائیں۔

محمد نواز

قیامت کے دن اہل تقویٰ اور مجرموں کا حال

سُورۃ مریم — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیات: 85 تا 87

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَّنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ
وِرْدًا ﴿٨٦﴾ لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾

آیت ۸۵ ﴿يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾﴾ ”(ذرا تصور کریں اُس دن کا) جس دن اہل تقویٰ کو ہم جمع کر کے لائیں گے رحمٰن کی طرف وفود کی صورت میں۔“

اللہ تعالیٰ کے ہاں اہل تقویٰ کا مہمانوں کی طرح استقبال کیا جائے گا‘ جیسے سرکاری سطح پر وفود کا استقبال کیا جاتا ہے۔

آیت ۸۶ ﴿وَّنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾﴾ ”اور مجرموں کو ہم ہانک کر لے جائیں گے جہنم کی طرف پیاسے۔“

اُس دن مجرموں کو جانوروں کی طرح ہانک کر جہنم کے گھاٹ پر لے جایا جائے گا‘ اس حالت میں کہ پیاس کی شدت سے ان کی جان پر بنی ہوگی۔

آیت ۸۷ ﴿لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾﴾ ”اُس دن کسی کو شفاعت کا اختیار نہیں ہوگا سوائے اس کے جس نے رحمٰن سے کوئی عہد حاصل کر لیا ہو۔“

اُس دن کوئی کسی کی شفاعت نہ کر سکے گا اور کوئی شفاعت کسی کے کام نہیں آئے گی‘ سوائے اُس شخص کے جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا عہد نبھایا ہو۔ جس نے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری‘ اطاعت اور بندگی میں بسر کی ہو (سوائے ان کوتاہیوں اور لغزشوں کے جو بشری کمزوریوں کے تحت سرزد ہوئی ہوں)۔ ایسے لوگوں کے لیے تو شفاعت مفید ہو سکتی ہے‘ لیکن وہ لوگ جو اپنی زندگیوں میں مستقلاً اللہ کے عہد کی خلاف ورزیاں کرتے رہے‘ جنہوں نے اپنی زندگیوں کا رخ متعین کرتے ہوئے اللہ کی مرضی اور اس کے احکام کو مسلسل نظر انداز کیے رکھا‘ ایسے لوگوں کے لیے کسی کی کوئی شفاعت کارآمد نہیں ہو سکتی۔ شفاعت کے بارے میں یہ مسلمہ اصول ہم آیت الکرسی کے ذیل میں ملاحظہ کر چکے ہیں کہ جس کو اللہ کی طرف سے اذنِ شفاعت حاصل ہوگا وہ اُس کے حق میں شفاعت کر سکے گا جس کے لیے اذن ہوگا۔

فرمان نبویؐ

نیک عمل کا اجر

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ حَدَّثَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ: ((إِنَّ الْكَافِرَ إِذَا عَمِلَ حَسَنَةً أُطْعِمَ بِهَا طُعْمَةً مِنَ الدُّنْيَا وَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَإِنَّ اللهَ يَدَّخِرُ لَهُ حَسَنَاتِهِ فِي الْآخِرَةِ وَيُعْقِبُهُ رِزْقًا فِي الدُّنْيَا عَلَى طَاعَتِهِ))

(متفق علیہ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب کافر کوئی نیک عمل کرتا ہے تو اس کی وجہ سے دنیا سے ہی اسے لقمہ کھلا دیا جاتا ہے اور مومن کے لئے اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کو آخرت کے لئے ذخیرہ کرتا رہتا ہے اور دنیا میں اپنی اطاعت پر اسے رزق عطا کرتا ہے۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ نے آخرت میں کافر کا کوئی حصہ نہیں رکھا البتہ اگر کوئی کافر دنیا میں اچھا کام کرے مثلاً کسی غریب یا بیمار کی مدد وغیرہ تو اُسے اسی دنیا میں اس کا انعام دے دیا جاتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ مومن کے نیک اعمال کو آخرت میں جزا کے لیے جمع کرتا ہے۔ اس حدیث کو سمجھنے کے لیے اُس حدیث کا مفہوم سامنے رکھنا ہوگا کہ دنیا کافر کی جنت اور مومن کے لیے قید خانہ ہے لیکن اطاعت گزار مومن بھی دنیا میں رزق سے محروم نہیں رہتا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان‘ نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
24تا30 صفر 1439ھ — جلد 26
14تا20 نومبر 2017ء — شمارہ 44
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد‘ طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس‘ ریلوے روڈ‘ لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ‘ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 35869501-03: فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا-----------------(2000 روپے)
یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ‘ منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

وَیۡلٌ لِّلۡعَرَبِ!

عرب کی وہ ریاست جو 1930ء سے سعودی عرب کے نام سے موسوم ہے۔ گزشتہ ہفتہ وہاں زبردست سیاسی ہلچل پیدا ہوئی ہے بلکہ صورت حال کی صحیح نقشہ کشی کرنے کے لیے کہا جائے گا کہ وہاں سیاسی طوفان برپا ہوا۔ سعودی عرب کے فرمانروا شاہ سلمان ہیں، لیکن حقیقت میں وہ اپنے اختیارات اپنے بیٹے ولی عہد محمد بن سلمان‘ جو اُن کی تیسری بیوی کے بطن سے ہیں‘ اُنہیں منتقل کر چکے ہیں۔ شاہ سلمان نے چند روز پہلے ایک پانچ رکنی کمیٹی بنائی تھی جس کے سربراہ محمد بن سلمان مقرر کیے گئے۔ اس کمیٹی کے حکم پر ملک بھر سے گرفتاریاں کی گئیں۔ گرفتارشدگان میں گیارہ (11) شہزادے جن میں ولید بن طلال جیسا انتہائی بااثر شہزادہ بھی شامل ہے۔ ولید کا شمار دنیا کے چند امیر ترین اشخاص میں ہوتا ہے۔ بہت سے وزراء اور نیشنل گارڈز کا سربراہ جو سعودی عرب میں عسکری سطح پر سب سے بڑا عہدہ دار ہے‘ بھی گرفتار ہوئے ہیں۔ کئی ایسے بڑے کاروباری افراد جو بہت اثر ورسوخ رکھتے تھے‘ وہ بھی پکڑے گئے ہیں۔ ان سب پر کرپشن کے الزامات لگائے گئے ہیں۔ کچھ روز پہلے بعض علماء کو اٹھالیا گیا تھا۔ شاہ عبداللہ کی وفات کے بعد جب سلمان تخت نشین ہوئے تھے تو اُنہوں نے محمد بن نائف جو اُن کا بھتیجا ہے‘ اُسے ولی عہد بنایا تھا لیکن 21 جون 2017ء کو اُنہیں برطرف کر کے اپنے بیٹے محمد کو ولی عہد مقرر کر دیا۔ سیاسی اور سماجی سطح پر تبدیلیاں محمد کے ولی عہد بنتے ہی شروع ہو گئیں تھیں۔ ولی عہد محمد لبرل خیالات کے حامل ہیں اُنہوں نے سعودی عرب کو ماڈریٹ اسلامی ریاست بنانے کا عندیہ ظاہر کیا ہے۔ خواتین کو ڈرائیونگ کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ اس معاشی تبدیلی کا اعلان بھی ہوا کہ اب معیشت کے معاملے میں سعودی عرب صرف تیل پر انحصار نہیں کرے گا۔ ایک نیا شہر 500 ٹریلین ڈالر کی کثیر رقم سے آباد کیا جائے گا۔ مبصرین کی رائے ہے کہ اقتصادی ترقی کے لیے دبئی کو فالو کیا جائے گا۔ خارجی سطح پر ایران سے محاذ آرائی عروج پر پہنچ گئی۔ اسلامی ممالک کی ایک فوج تشکیل دینے کا اعلان ہوا جس کا سربراہ پاکستان کے سابق آرمی چیف راحیل شریف کو بنایا گیا جس کا مقصد اسلامی اتحاد کی بجائے ایران کو تنہا کرنا معلوم ہوتا ہے۔ نومبر 2016ء میں جب ٹرمپ جیسا منفرد خیالات رکھنے والا شخص امریکہ کا صدر منتخب ہوا اور اُس نے ایران کے خلاف سخت زبان استعمال کی تو سعودی حکومت نے ٹرمپ کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ اُسے سعودی عرب کے دورہ کی دعوت دی گئی اور صدر امریکہ کا سعودی عرب میں فقید المثال استقبال کیا گیا۔ اُن کے سامنے کئی مسلمان حکمرانوں کو بٹھا دیا گیا اور اربوں ڈالر کا امریکہ سے اسلحہ خریدنے کا معاہدہ کیا گیا‘ جسے ٹرمپ نے امریکہ کی عظیم کامیابی قرار دیا۔ قطر خاص طور پر الجزیرہ ٹیلی ویژن امریکہ کو بڑا کھل رہا تھا۔ ٹرمپ کے واپس جاتے ہی قطر کو سعودی عرب نے دھمکی دی اور اُسے بعض شرائط پورا کرنے کو کہا گیا۔ گویا قطر کو عرب میں تنہا کرنے کی کوشش کی گئی۔ آگے بڑھنے سے پہلے ایک بات کا نوٹ کیا جانا ازحد ضروری ہے کہ ان بڑی سطح کی گرفتاریوں سے پہلے ٹرمپ کے یہودی داماد جو صدر کے مشیر بھی ہیں، اُنہوں نے سعودی عرب کا خفیہ دورہ کیا تھا۔

یہ سیاسی طوفان دنیا کے کسی اور ملک میں برپا ہوتا تو ہم اس کا خاص نوٹس نہ لیتے، یہاں تک کہ کسی

دوسرے اسلامی ملک میں ہوتا تب بھی ہمیں کوئی زیادہ تشویش نہ ہوتی۔ لیکن سعودی عرب کا تو معاملہ ہی کچھ اور ہے وہاں مکہ معظمہ ہے۔ جس میں ہمارے خالق، ہمارے مالک، ہمارے رب کا گھر ہے جس کا طواف ایک مسلمان کے لیے عظیم عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ اللہ کے آخری نبی اور رسول محمد ﷺ کا پیدائشی شہر ہے۔ مکہ اسلام کی جنم بھومی ہے۔ جہاں سے اسلام دنیا بھر میں پھیلا۔ دوسرا شہر یثرب ہے لیکن جب اللہ کے رسول ﷺ مکہ سے یہاں ہجرت کر کے تشریف لائے تو یہ مدینۃ المنورہ بن گیا اور مدینۃ النبیؐ کہلایا۔ اس شہر کو آپؐ کی آخری آرام گاہ ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ کیا کوئی مسلمان مکہ اور مدینہ سے اپنا رشتہ کاٹ کر بھی مسلمان رہ سکتا ہے، کیا وہ مسلمان کہلا سکتا ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں۔ ہمیں سعودی حکومت سے کوئی غرض نہیں کہ وہ رہے یا جائے ہماری آنکھوں کا سرمہ تو ان مقدس شہروں کی خاک ہے۔ لہٰذا وہاں کوئی حالات تبدیل ہوں، کوئی سیاسی نوعیت کی گڑبڑ ہو یا کسی قسم کے انتشار کا خطرہ ہو تو ہمیں شدید پریشانی لاحق ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مکہ اور مدینہ ہمارے روحانی اثاثے کا منبع اور سرچشمہ ہیں۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ جس طرح باقی عالم اسلام ایمان کے بحران کا شکار ہے، جس طرح دوسرے ممالک کے مسلمان روحانی لحاظ سے بیمار اور کمزور ہو گئے ہیں اور اس دنیا کے ہو کے رہ گئے ہیں۔ اسی طرح عرب کے مسلمان بھی حقیقی اسلامی تعلیمات اور شریعت محمدیؐ کے عملی تقاضوں سے کافی حد تک لاتعلق ہو چکے ہیں، لہٰذا تباہی و بربادی کی طرف تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔

مزید بدقسمتی یہ ہے کہ اپنی امت کا درد رکھنے والے پیارے نبی ﷺ نے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے ان حالات سے ہمیں آگاہ کر دیا تھا۔ آگے بڑھنے سے پہلے ایک حدیثِ مبارک کا مطالعہ کر لیں۔

> ''اُم المومنین حضرت زینب ؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن اللہ کے نبی ﷺ گھبرائے ہوئے داخل ہوئے اور آپؐ نے کہا: لا الہ الا اللہ! بربادی ہے عرب کے لیے اس شر سے جو قریب آ گیا۔ آج کے دن یاجوج ماجوج کی دیوار میں سے اتنا کھول دیا گیا۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ سے دائرہ بنایا۔ حضرت زینب ؓ فرماتی ہیں کہ اے اللہ کے رسولؐ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے جبکہ ہم میں نیک لوگ بھی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! جب ناپاک لوگ زیادہ ہوں گے۔'' (بخاری)

گویا یہ سب کچھ جاننے بوجھنے کے باوجود تباہی کی طرف بڑھا جا رہا ہے۔ اسلامی تعلیمات اور احکامات سے روگردانی کرنے کا اس کے علاوہ اور کیا نتیجہ ہو سکتا ہے؟

ہماری رائے میں محمد بن سلمان نے امریکی خوشنودی اور سرپرستی حاصل کرنے کے لیے یہ سب کچھ کیا ہے۔ امریکہ محمد بن سلمان کے ان اقدامات کی تحسین کر رہا ہے اس لیے کہ اس مقدس ملک میں انتشار کا بیج بو دیا گیا ہے۔ اور عرب نے خرابی کی طرف ایک بڑا قدم اٹھا دیا ہے۔ امریکہ کو دوست کہنے والے اور اُس کی حمایت حاصل کرنے والے اسلامی ممالک ایک بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر امریکہ کا فلاں فلاں مطالبہ پورا کر دیا جائے اور اُس کی خواہش کے مطابق چلا جائے تو اُن کا ملک نقصان سے بچ جائے گا اور اُن کے اقتدار کو استحکام حاصل ہو جائے گا۔ ہمارے نزدیک یہ انتہائی احمقانہ سوچ ہے۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ عالمی معاملات کو پردے کے پیچھے سے یہودی چلا رہا ہے۔ وہ امریکی عسکری قوت کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہا ہے، امریکہ اسرائیل اور یہودیوں کے سامنے بے بس ہے۔ اور امت مسلمہ کی مجموعی ہلاکت اور خاتمہ یہودیوں کا آخری ہدف ہے۔ آپ کچھ بھی کر لیں، امریکہ کے مطالبات مانتے چلے جائیں تب بھی آپ محفوظ نہیں رہ سکتے۔ کرنل قذافی کے بیٹے امریکہ کو خوش کرنے کے لیے آخری حد تک گئے۔ یہاں تک کہ اپنا ایٹمی بوریا بستر جہاز میں لاد کر امریکہ کو بھجوا دیا، لیکن پھر بھی اسی امریکہ نے اُنہیں سڑکوں پر مروا دیا۔ یہ درست ہے کہ اسلامی ممالک اس وقت امریکہ سے کھلی جنگ نہیں کر سکتے لیکن کیا کھلی جنگ ہی آپشن ہے۔ اگر تمام اسلامی ممالک متحد ہو کر سفارتی اور معاشی سطح پر جنگ کریں تو امریکہ کے لیے اتنا آسان نہیں ہو گا کہ وہ اس سفارتی اور معاشی جنگ کو بارودی جنگ میں تبدیل کر سکے۔ اس لیے کہ ستاون اسلامی ممالک میں بسنے والے ایک سو ساٹھ کروڑ مسلمانوں کے ساتھ امریکہ اور دوسری عالمی قوتوں کے بھی بہت سے مفادات وابستہ ہیں۔ پھر یہ کہ حالات بتا رہے ہیں کہ روس اور چین اس جنگ میں امریکہ کا ساتھ نہیں دیں گے۔ امت مسلمہ کو ہلاک کر کے اور روس و چین سے الگ تھلگ ہو کر یہ اسلام دشمن قوتیں کس کے ساتھ سفارت و تجارت کریں گی؟

حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم مسلمان ذہنی طور پر یہ سمجھ لیں کہ امریکہ ہمیں ہلاکت سے دوچار کیے بغیر نہیں رہے گا، اس لیے کہ جو شیطانی قوت یعنی یہودی اس کے کندھوں پر سوار ہے وہ اپنا تحفظ اور اپنی سلامتی صرف اسی طرح ممکن سمجھتی ہے کہ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے تو پھر ڈٹ جانے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ یقیناً نہیں ہے اس لیے کہ اگر اُس کے سامنے سربسجود ہوں گے تو وہ پاؤں تلے کچل دے گا اور ذلیل کر کے مارے گا اور اگر ڈٹ جانے سے شہادت نصیب ہوتی ہے تو دنیا اور آخرت میں سرخرو ہوں گے۔ ہمیں یقین ہے کہ ڈٹ جانے سے مسلمان کامیاب و کامران ہوں گے، اس لیے کہ محمد ﷺ جو صادق المصدوق ہیں، آپؐ کا فرمانِ مبارک ہے کہ قیامت سے پہلے مسلمان دنیا پر غالب آئیں گے لیکن یہ غلبہ امریکہ اور دوسری طاغوتی قوتوں کی چاکری سے حاصل نہیں ہو گا۔ اس کے لیے جان و مال کی قربانی دینی ہو گی۔ اس کے لیے پختہ ایمان کی اور عزم صمیم کی ضرورت ہے، اس کے لیے جدوجہد اور ایثار کی ضرورت ہے اس کے لیے سب کچھ کر گزرنے کی ضرورت ہے۔ وما علینا الا البلاغ

اسلامی ریاست میں رول ماڈل صرف آپ ﷺ کی شخصیت

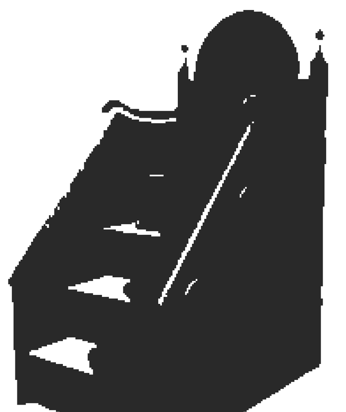

سورۃ الحجرات کی ابتدائی آیات کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید ﷾ کے 03 نومبر 2017ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

محترم قارئین! گزشتہ شمارے میں ہم نے سورۃ الحجرات کی ابتدائی آیات کی روشنی میں اسلامی ریاست کے چند بنیادی اور اہم اُصولوں کا مطالعہ کیا تھا۔ لیکن زیرِ مطالعہ آیات میں ہماری اجتماعی زندگی اور ریاست کی سطح کے معاملات کے حوالے سے جو اہم موضوعات بیان ہوئے ہیں ان کا احاطہ کرنا اگر ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل ضرور ہے۔ اس سورت کا نزول بھی نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے بالکل آخری حصے میں ہوا ہے۔ یعنی 9 ہجری میں۔ جبکہ 8 ہجری میں مکہ فتح ہو چکا تھا۔ گویا اسلامی ریاست کا باقاعدہ قیام وجود میں آ چکا تھا۔

یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں جب آنحضور ﷺ نے مدینہ میں ہجرت کی تو وہاں اسلامی ریاست قائم ہو گئی تھی اور آپ ﷺ کا مقصد پورا ہو گیا تھا۔ لیکن یہ بہت بڑا مغالطہ ہے کیونکہ آپ ﷺ کا مقصد تھا اللہ کے دین کو تمام ادیان پر غالب کرنا:

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾﴾ (التوبہ) ''وہی تو ہے جس نے بھیجا ہے اپنے رسولؐ کو الہدیٰ اور دینِ حق دے کر تاکہ غالب کر دے اسے کل کے کل دین (نظامِ زندگی) پر خواہ یہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار گزرے۔''

قرآن مجید میں یہ بات بھی آئی ہے کہ ہم نے ہر رسول کو بھیجا ہے اُم القریٰ یعنی اُس علاقے کے مرکزی مقام کی طرف۔ ہر ملک کا ایک مرکزی شہر ہوتا ہے جہاں بیٹھ کر پورے ملک کے فیصلے ہوتے ہیں، جسے آج کل کی اصطلاح میں دارالحکومت کہا جاتا ہے۔ جب تک دارالحکومت پر آپ کا قبضہ نہیں ہو جاتا تب تک آپ وہاں ریاست کے قیام کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ بہت سے لوگ یہ سوچ رکھتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ چلو کسی دیہات کی حد تک اسلامی معاشرہ قائم کر دیا جائے۔ یہ اسلامی معاشرہ تو ہوگا لیکن بہت محدود معنوں میں ہوگا۔ جب تک ایک سٹیٹ کے لیول پر اللہ کا دین قائم اور غالب نہ ہو تو اتمامِ حجت ہو نہیں سکتا۔ گاؤں میں اگر آپ اسلامی معاشرہ قائم کریں گے تو وہ دنیا کے لیے مثال نہیں بن سکے گا کیونکہ وہ پورے سسٹم کی عکاسی نہیں کرے گا۔ آج کے دور کے تقاضے کچھ ایسے ہیں۔ لہٰذا اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ آخری نبی اور

مرتب: ابو ابراہیم

رسول بھی ہیں۔ یہ خوشخبری قرآن مجید میں اشارات میں ہے لیکن احادیث میں واضح طور پر ہے کہ کل روئے ارضی پر اللہ کا دین قائم ہو کر رہے گا۔ چونکہ اب گلوبلائزیشن کا دور ہے۔ لہٰذا اب نظام وہ چاہیے جو پوری دنیا کے مسائل کا احاطہ کر سکے اور وہ نظام اسلام کا ہے جو کامل حالت میں دے دیا گیا۔

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ (المائدۃ:3) ''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے''۔

عرب میں مرکزی شہر جس کو دارالحکومت کی حیثیت حاصل تھی وہ مکہ تھا جہاں آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی۔ فتح مکہ کے بعد چونکہ صحیح معنوں میں اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی لہٰذا اب ضرورت تھی کہ اسلامی ریاست کے اُصول متعین کیے جائیں۔ لہٰذا 9 ہجری میں سورۃ الحجرات نازل ہوئی جس کی پہلی آیت میں ہی اسلامی ریاست کے حوالے سے بہت اہم راہنمائی موجود ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ①﴾ ''اے اہلِ ایمان مت آگے بڑھو اللہ اور اُس کے رسول سے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔''

ہمارا دین مادر پدر آزاد دین نہیں ہے کہ جو چاہو کرو بلکہ اس میں حدود قائم کر دی گئی ہیں جن سے آگے ہم نہیں جا سکتے۔ ان حدود کے اندر ہی رہنا ہوگا۔

مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند

مومن اپنی ذاتی زندگی میں بھی اللہ کے احکام کا پابند ہوتا ہے۔ قرآن و سنت میں بتا دیا گیا ہے کہ اپنی معاش کے لیے بھاگ دوڑ کرو لیکن فلاں فلاں کام حرام ہیں ان سے بچنا ہوگا۔ اسی طرح جنسی تقاضے پورے کرنے کے لیے اللہ نے ایک جائز راستہ دے دیا ہے۔ اس راستے سے ہٹ کر اس تقاضے کو پورا کرنا بھی اللہ اور اس کے دین سے بغاوت ہے۔ اسی طرح زندگی کے ہر گوشے میں ہر مسلمان اپنی انفرادی زندگی میں بھی اللہ کے احکام کا پابند ہے اور اجتماعی زندگی میں بھی اور مسلمان ریاست بھی پابند ہے کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات سے آگے نہ جائے۔ یعنی سٹیٹ کے لیول پر کوئی قانون سازی ایسی نہیں ہونی چاہیے جو اللہ اور رسول ﷺ کے احکام سے متصادم ہو۔ اسلام میں جو حدود مقرر کر دی گئی ہیں ان کے اندر اندر رہ کر قانون سازی کی جا سکتی ہے۔ ان حدود سے تجاوز نہیں کر سکتے۔ چنانچہ ہمارے دستور کی شق 2A میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ No Legislation

will be done repugnant to the Quran and the Sunnah، گویا الفاظ اس آیت کی ترجمانی کر رہے ہیں کہ کسی ریاست میں یہ اُصول طے ہو جائے تو وہ اسلامی ریاست ہے۔ لیکن یہاں اس کے بعد جو ڈنڈیاں ماری گئی ان میں سے ایک بہت بڑی ڈنڈی یہ بھی ہے کہ اس کی تفصیل کوئی نہیں ہے۔ دفعہ 227 میں جا کے لکھا ہوا ہے کہ آئین کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھالنا ہوگا۔ والد محترمؒ نے نواز شریف کو دستور میں ترمیم کے حوالے سے یہ تجویز بھی دی تھی کہ 229 شق کو 2A شق کے ساتھ جوڑ دیا جائے لیکن اس پر بھی عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ چنانچہ آج تک ملک میں اسلامی بنیادوں پر قانون سازی کا آغاز ہی نہیں ہو سکا۔ یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے۔

اس آیت میں جو چیز سمجھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن وسنت میں جو حدود مقرر کر دی گئی ہیں ان کے اندر اندر مباحات کا دائرہ ہے اور قانون سازی میں ہمارے ہاں مباحات کا دائرہ وسیع ہے۔ مباحات وہ ہیں جن کی حرمت ثابت نہیں ہے اور نہ اس کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسے لباس کے بارے میں حکم ہے کہ لباس ساتر ہونا چاہیے۔ چنانچہ سب سے اعلیٰ بات تو یہ ہے کہ ہم آنحضور ﷺ کے لباس کو ہی اپنا لباس بنالیں لیکن یہاں صرف اتنا کہا گیا کہ لباس ساتر ہو جس میں بندہ نماز بھی پڑھ سکے۔ اب آپ بلوچیوں کا لباس بھی پہن سکتے ہیں کیونکہ وہ ساتر ہے۔ اسی طرح پٹھانوں کا لباس پہن سکتے ہیں وہ بھی ساتر ہے۔ لیکن جو پینٹ شرٹ والا لباس ہے وہ ساتر نہیں ہے کیونکہ اس میں جسمانی اعضاء نمایاں ہوتے ہیں۔ پھر یہ ہے کہ یہ یہود ونصاریٰ کا لباس ہے جن کی تشبیہہ سے منع کیا گیا ہے۔ البتہ پینٹ اتنی کھلی ہو اور اس کے اُوپر شرٹ بھی ایسی ہو کہ جسمانی اعضاء کو کور کر رہی ہو تو پھر آپ اس کو ساتر کہہ سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ اسی طریقے سے ملکی معاملات میں جو انتظامی ایشوز ہیں وہ بھی مباح کے دائرے میں ہیں کہ کوئی حکم اگر واضح خلاف نہیں ہے تو آپ اس کے اندر باہمی مشورے سے کوئی بھی فیصلہ کر سکتے ہیں۔

﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠﴾ (الشوریٰ:38)

’’اور اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں۔‘‘

اسلامی ریاست میں آپ مشورے سے انتظامی ڈھانچہ تشکیل دے سکتے، قانون سازی کر سکتے ہیں لیکن مباحات کے دائرے کے اندر۔ مثلاً دفتری اوقات کب سے کب تک ہونے چاہییں۔ چھٹی کس دن ہونی چاہیے وغیرہ۔ گویا اس آیت میں اسلامی ریاست کا یہ بنیادی اُصول سکھا دیا گیا کہ اس میں قانون سازی کیسے ہوگی؟ آگے فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝﴾ ’’اے اہلِ ایمان! اپنی آواز کبھی بلند نہ کرنا نبی (ﷺ) کی آواز پر اور نہ انہیں اس طرح آواز دے کر پکارنا جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو بلند آواز سے پکارتے ہو، مبادا تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔‘‘

شیخ الہند نے اس کا بڑا پیارا ترجمہ کیا ہے کہ تڑخ کر نہ بولو۔ جیسے آپس میں ایک جیسے لیول کے بندوں میں، دوستوں میں بے لحاظی سے کسی بھی لہجے میں بات کر لیتے ہو تو سمجھتے ہو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن رسول ﷺ کے ساتھ ایسا مت کرنا۔ کیونکہ اگر تم نے کوئی ایسی حرکت کر لی تو تمہارے تمام اعمال اکارت ہو جائیں گے اور تمہیں پتا بھی نہیں چلے گا۔ اس لیے کہ انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو اسے پتا ہوتا ہے کہ میں نے گناہ کیا ہے۔ لیکن یہاں احساس بھی نہیں ہوگا اس لیے تم جان بوجھ کر ایسا نہیں کر رہے ہو۔ لیکن نبی اکرم ﷺ کا جو مقام ہے وہ اللہ نے بتا دیا کہ اگر ادب واحترام کے تقاضوں کو ملحوظ نہیں رکھا تو سب نیکیاں اکارت ہو جائیں گی۔ یہاں آنحضور ﷺ کی شخصیت کے حوالے سے جتنے اہتمام سے بتایا جا رہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے یہ کتنا حساس معاملہ ہے۔ آگے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ﴾

’’بے شک وہ لوگ جو اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اللہ

پریس ریلیز 10 نومبر 2017ء

مشرقِ وسطیٰ تیسری عالمی جنگ کا میدان بن سکتا ہے

سعودی عرب میں شہزادوں اور اعلیٰ سرکاری عہدہ داروں کی گرفتاریاں سعودی عرب میں سیاسی عدم استحکام اور داخلی خلفشار کی نشاندہی کرتی ہیں

اللہ ہمیں توفیق بخشے کہ ہم رب کی دھرتی پر رب کا قانون نافذ کریں

حافظ عاکف سعید

مشرقِ وسطیٰ تیسری عالمی جنگ کا میدان بن سکتا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے سعودی عرب میں شہزادوں اور اعلیٰ سرکاری عہدہ داروں کی گرفتاریوں کو سانحہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ گرفتاریاں سعودی عرب میں سیاسی عدم استحکام اور داخلی خلفشار کی نشاندہی کرتی ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ اس کے نتیجہ میں اگر سعودی عرب میں انتشار پھیلا تو وہ عربوں کی تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ عرب امتِ مسلمہ میں اللہ اور رسول ﷺ کے اولین مجرم ہیں۔ اس لیے کہ اُن کی زبان میں قرآن پاک نازل ہوا، لیکن انہوں نے اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کی پابندی نہ کی اور بے وفائی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ عربوں کے بعد پاکستانی قوم اللہ اور رسول ﷺ کی مجرم ہے، اس لیے کہ اُنہوں نے اللہ سے ایک خطہ زمین اس وعدہ پر حاصل کیا تھا کہ وہ اس میں اسلامی نظام نافذ کریں گے لیکن ہم منحرف ہو گئے ہیں لہٰذا ہم بھی سزا کے حقدار ہو چکے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں توفیق بخشے کہ ہم اپنا وعدہ پورا کریں اور رب کی دھرتی پر رب کا قانون نافذ کریں۔ آمین!

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی)

کے رسولؐ کے سامنے' یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے جانچ پرکھ کر چُن لیا ہے تقویٰ کے لیے۔''

تقویٰ انہی کے دلوں میں آ سکتا ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کا ادب واحترام رکھتے ہوں اور اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہوں۔

﴿لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَّأَجْرٌ عَظِيمٌ ③﴾ ''ان کے لیے مغفرت بھی ہے اور بہت بڑا اجر بھی۔''

اسی بات کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَّرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ④﴾ ''بے شک وہ لوگ جو آپؐ کو پکارتے ہیں حجروں کے پیچھے سے ان میں سے اکثر وہ ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔''

اب گویا وارننگ دے دی گئی۔ چونکہ باہر سے آنے والے بدوؤں کا کم علمی کی بناء پر ایسا طرز عمل تھا جیسے بنو تمیم کے کچھ لوگ سن 9 ہجری میں آنحضور ﷺ سے ملنے آئے تھے۔ آپؐ اس وقت اپنے گھر میں تشریف فرما تھے اور وہ باہر سے آوازیں دے رہے تھے ((یا محمدؐ! اخرج علینا)) یہ وہی انداز تھا جیسے عام طور پر وہ آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے تھے۔ لہٰذا قرآن نے یہاں سب مسلمانوں کو تنبیہ کر دی کہ ایسا ہرگز نہ کرنا۔

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ⑤﴾ ''اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود ان کے پاس نکل کر آ جاتے تو یہ ان کے حق میں بہتر ہوتا۔ بہر حال اللہ بہت بخشنے والا' بہت رحم کرنے والا ہے۔''

یعنی آپؐ کسی مصروفیت میں ہوں اور پیچھے سے باہر کھڑے ہو کر کوئی آوازیں دے رہا ہو تو آپ ﷺ کا جو مقام و مرتبہ ہے اور آپ ﷺ کی جو ذمہ داریاں ہیں ان کے لحاظ سے اس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں بنتی۔ ہاں اللہ کے رسول ﷺ خود باہر تشریف لائیں تو ملاقات کریں۔ یہاں وارننگ ہے کہ اب تک اپنی کم علمی کی بناء پر کچھ لوگوں نے جو کیا سو کیا لیکن آئندہ ہر ایک مسلمان کو آداب کا خاص خیال رکھنا ہوگا۔ یہاں نبی اکرم ﷺ کی شخصیت کا ایک اہم پہلو بیان ہو رہا ہے جس کا اس امت میں ایک بہت اہم رول ہے۔ آج کے دور میں بھی ہر قوم اپنا ایک ہیرو بناتی ہے اور اس کے ساتھ ایک جذباتی وابستگی ہوتی ہے۔ اس کے حوالے سے جب بات کی جاتی ہے تو قوم مجتمع ہو جاتی ہے' یہ بھی انسانی نفسیات کا ایک حصہ ہے۔ اُمت کو مجتمع' یکجان اور متحد رکھنے کے لیے ایک مرکزی شخصیت جو دلآویز ہو اور جس سے پوری قوم کے لوگ محبت کرتے ہوں' یہ انسانی نفسیات کی ضرورت ہے چنانچہ اس ضرورت کو بدرجہ کمال آنحضور ﷺ کی شخصیت کے ذریعے اس اُمت میں پورا کر دیا گیا۔ آنحضور ﷺ کو اس اُمت میں مرکز ملت کی حیثیت حاصل ہے۔ ان سے محبت ہمارے ایمان کا تقاضا تو ہے ہی' حقیقتاً بھی وہ رحمۃ للعالمین ہیں۔ لہٰذا آپؐ سے بڑھ کر تو کیا آپؐ کا جو مرتبہ ہے اس کے آس پاس بھی کوئی شخصیت ہو ہی نہیں سکتی کہ جس سے اتنی محبت کی جائے۔

آپؐ تو رحمۃ للعالمین ہیں اور پھر جس طرح آپؐ نے زندگی گزاری ہے' غار حرا سے لے کر فتح مکہ تک اور پھر اس کے بعد آپؐ کی حیات کے آخری لمحات تک' سارا معاملہ ایک رول ماڈل ہے اور ہر اعتبار سے اعلیٰ ترین کردار ہے۔ ایک مرتبہ انسان سیرت پڑھ لے تو آپؐ کی عظمت کا جو نقش قائم ہوتا ہے وہ بے مثال ہے۔ آپؐ حقیقی محسن انسانیت ہیں۔ لہٰذا آپؐ کی شخصیت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ بھی حساس ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا:

با خدا دیوانہ باشد با محمد ہوشیار

اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے احتیاطی کی زبان استعمال ہو بھی جائے تو اللہ نیت کو دیکھ رہا ہے وہ بخش دے گا۔ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی اللہ نہیں برداشت کرے گا۔

اس سورت میں اگرچہ ریاست کی سطح کے موضوعات بیان ہوئے ہیں لیکن چونکہ آنحضور ﷺ کی شخصیت مرکز ملت کی حیثیت رکھتی ہے جو مسلمان کو متحد اور صحیح ٹریک پر قائم رکھنے کے لیے بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس لیے یہاں آپ ﷺ کی شخصیت کے بہت اہم پہلو نمایاں کیے گئے ہیں جس کا واضح مطلب ہے کہ اسلامی ریاست میں رول ماڈل صرف آپ ﷺ کی شخصیت ہے۔ کیونکہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بہت سے غیر مسلموں نے بھی آپؐ کی سیرت پر کتابیں لکھی ہیں۔ کہیں کہیں پر تو وہ ڈنڈی مارتے ہیں لیکن قدم قدم پر وہ آنحضور ﷺ کے اعلیٰ ترین کردار کا خود کو معترف پاتے ہیں۔ لہٰذا آپؐ سے بڑھ کر کس کی شخصیت رول ماڈل ہو سکتی ہے؟

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ⑥﴾ ''اے اہل ایمان! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق شخص کوئی بڑی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو' مبادا کہ تم جا پڑو کسی قوم پر نادانی میں اور پھر تمہیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔''

اس آیت میں افواہوں کی روک تھام کے لیے ہدایت ہے۔ اس لیے کہ افواہوں کے نتیجے میں معاشرے کے اندر ایک ایسی ہذیانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ جس کا بعد میں لوگوں کو خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ دوسرا ایک ایسی ذہنیت جنم لیتی ہے کہ پھر کوئی کسی کی بات سننے یا اعتبار کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ لہٰذا اسلامی معاشرے میں افواہوں کی روک تھام بہت ضروری ہے۔ ایک متقی آدمی چونکہ محتاط زندگی گزارتا ہے' وہ کسی کو دھوکا نہیں دیتا' اگر وہ کوئی خبر دے تو ٹھیک ورنہ دوسرا کوئی بھی خبر دے تو اس کو آگے پہنچانے سے پہلے اچھی طرح چھان پھٹک کر لیا کرو۔ یہ اسلامی معاشرت اور ریاست کا کتنا خوبصورت اصول ہے لیکن ہم اس کا سرے سے لحاظ ہی نہیں کرتے۔ آج کا کلچر تو یہ ہے کہ جو بات آپ کو بھیجی جائے اسے فوراً آگے فارورڈ یا شیئر کرو۔ حالانکہ اسلامی تعلیمات میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور آنحضور ﷺ نے ایسے شخص کو جھوٹوں کی فہرست میں شامل کیا ہے جو بلا تحقیق کسی بات کو آگے پھیلائے۔ لیکن آج کل یہ ہو رہا ہے اور اس سے دجالی تہذیب بھرپور فائدہ اٹھا رہی ہے۔

قرآن بھی ہم تک پہنچا۔ اگرچہ یہ بات تو مستند ہے کہ اللہ پاک نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ لیکن ہم تک انسانوں کے ذریعے ہی پہنچا ہے۔ حضور ﷺ سے صحابہؓ' صحابہؓ سے تابعینؒ' تابعین سے پھر تبع تابعینؒ اور پھر ہر دور میں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے اسے حفظ کیا۔ اس طرح اللہ نے انسانوں کو ہی قرآن کی حفاظت کا ذریعہ بنایا۔ یہی معاملہ احادیث کا بھی ہے۔ ہمارے اسلاف نے احادیث پر تحقیق کا جو حق ادا کیا ہے اس کا ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ یہ نہیں کہ کسی نے حضور ﷺ سے کوئی بات منسوب کی تو تحقیق کے بغیر ہی اس کی بات کا یقین کر کے اُسے آگے پہنچا دیا۔ بلکہ جس شخص نے حدیث بیان کی ہے اب اس کا پورا کردار دیکھا گیا۔ اس کا کیسے لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا تھا' خاندانی پس منظر کیا تھا' اس کی لوگوں میں شہرت کیسی تھی؟ اس کا حافظہ کیسا تھا؟ ہزاروں' لاکھوں لوگوں نے اس تحقیق میں ساری ساری زندگیاں صرف کی ہیں تب جا کر احادیث مدون ہوئی ہیں۔ گویا کہ احادیث رسول ﷺ میں بھی تحقیق کا حق ادا ہوا ہے تب یہ ہم تک پہنچی ہیں۔ اسی طرح ہمارا دین تقاضا کرتا ہے کہ ہر خبر پر تحقیق ہو اور یہی چیز اسلامی معاشرے اور ریاست کے استحکام اور بہتری کے لیے ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کے تقاضوں پر پورا اُترنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العالمین!

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

امیرِ تنظیم اسلامی کا پیغام...... رفقائے تنظیم کے نام

تنظیموں اور جماعتوں کی زندگی میں سالانہ اجتماع ایک خصوصی مقام رکھتا ہے۔ ملک کے ہر گوشے سے آئے ہوئے اپنے ہم مقصد رفقاء واحباب کا سالانہ بنیادوں پر کسی ایک مرکزی مقام پر جمع ہونا باہم ملاقات وتعارف کے مواقع کا ملنا اور اپنے فکری سبق کو تازہ کرنا ساتھیوں کے لیے بادصبا کے خوشگوار جھونکے سے کم نہیں ہوتا۔ بالخصوص رب کی رضا کے حصول کے طلبگار ہم مقصد لوگوں کا یہ اجتماع اپنی ایک مخصوص جذباتی وروحانی تاثیر رکھتا ہے جسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔

رفقائے محترم! ہم وہ خوش نصیب لوگ ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے اپنے مقصدِ حیات کے ساتھ ساتھ دین اسلام اور اس کے تقاضوں کا ایک واضح اور جامع شعور بھی بخشا ہے جو قرآن وسنت کے براہین پر مبنی ہے۔ چنانچہ ہم علیٰ وجہ البصیرت یہ جانتے ہیں کہ:

☆ دنیا میں رہتے ہوئے ہمارا انتہائے مقصود اور حقیقی نصب العین رضائے رب کا حصول ہے جس کے نتیجے میں ان شاء اللہ العزیز آخرت کے ابدی خسارے اور عذاب الیم سے بھی نجات ملے گی اور بفضلہ تعالیٰ جنت میں داخلہ بھی مل جائے گا، **وذٰلک ھو الفوز العظیم!**

☆ ہم اس حقیقت سے بخوبی باخبر ہیں کہ یہ دنیا جس میں ہم اپنی زندگی کے سانس پورے کر رہے ہیں، ہماری منزل نہیں، بلکہ ایک عارضی قیام گاہ ہے۔ یہ اصلاً امتحان گاہ ہے۔ بقول اقبالؒ ؎

قلزمِ ہستی سے تو اُبھرا ہے مانندِ حباب اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی!

اصل زندگی موت کی سرحد کے پار ہے۔ وہ ابدی زندگی ہے۔ اس امتحان کا نتیجہ وہاں ڈیکلیئر ہوگا۔ اسی کی بنیاد پر انسان ابدی زندگی میں کامیاب یا ناکام قرار پائے گا اور جنت یا دوزخ میں داخلے کا حقدار ٹھہرے گا۔

☆ اُخروی کامیابی انہی کو ملے گی جن سے رب راضی ہوگا اور رب کی رضا کے حصول کے لیے ہمیں انوارِ قرآنی کے ذریعے اپنے باطن کو نورِ ایمان سے منور کرنا اور اپنے عمل سے رب کی بندگی اور وفاداری کا ثبوت فراہم کرنا ہوگا یعنی ① بندگی رب کا تقاضا پورا کرنے کی خاطر ہمیں زندگی کے ہر معاملے میں اللہ جل شانہٗ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر کاربند رہنا ہوگا اور اللہ کے حق تقویٰ کی ادائیگی کی حتی المقدور کوشش کرنا ہوگی۔ ② وفاداری کے تقاضے کے طور پر اللہ کے کلمے کی سربلندی اور دین وشریعت کے قیام ونفاذ کی خاطر باطل اور طاغوتی قوتوں سے پنجہ آزمائی کرنے کی غرض سے حزب اللہ کی صورت میں اجتماعی زندگی اختیار کرنا ہوگی اور اس راہ میں اپنی جان ومال قربان کرنے کے جذبہ کے ساتھ ہر دم آمادۂ عمل ہونا ہوگا۔

سالانہ اجتماع میں شرکت، ان شاء اللہ، نہ صرف اپنے اس سبق کے اعادے اور تنظیمی فکر کی تازگی کا ذریعہ بنے گی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ ہم اک ولولۂ تازہ اور بھرپور جذبہ ایمانی کے ساتھ اجتماع گاہ سے رخصت ہوں گے۔

رفقائے محترم! حالات موافق ہوں یا ناموافق، ہمیں ہر صورت ایسی صراط مستقیم پر گامزن رہنا ہے جو ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر سے عبارت ہے۔ چنانچہ نفاذ شریعت اور غلبہ واقامت دین کی جدوجہد کے لیے منہج نبوی ﷺ سے رہنمائی لیتے ہوئے اس راہ میں جسم وجان کی توانائیاں کھپانا ہی ہمارے نزدیک واحد راہِ عمل ہے اس لیے کہ ؎

یہ بازی عشق کی بازی ہے جو کچھ ہے لگا دو، ڈر کیسا؟ گر جیت گئے تو کیا کہنا، ہارے بھی تو بازی مات نہیں!

رفقائے محترم! ہم تاریخ کے ایک اہم موڑ پر کھڑے ہیں۔ حق وباطل کی کشمکش فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی ہے۔ دجالی تہذیب اور ابلیسی قوتیں آج پورے گلوب پر اپنا تسلط جما چکی ہے۔ کرۂ ارض پر موجود تمام نام نہاد اسلامی حکومتیں بھی ابلیسی قوتوں کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ یہاں تک کہ حرمین شریفین کے خادم بھی آج پورے طور پر دجالی قوتوں کے آگے سجدہ ریز نظر آتے ہیں۔ تاہم دجالیت اور ابلیسیت کا یہ عروج اور ہمہ گیر تسلط 'بتا رہی ہے یہ ظلمتِ شب کہ صبح نزدیک آ رہی ہے' کے مصداق ایک صبح نو کی نوید بھی سنا رہا ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ انہی مشکل ترین حالات میں پڑوس کی سرزمین میں اللہ کے مٹھی بھر وفاداروں نے عالمی دجالی قوتوں کے مقابلے میں عزیمت کی نئی تاریخ رقم کی ہے اور بالکل نہتے اور بے سروسامان ہونے کے باوجود نصرتِ خداوندی کے بل پر ان عالمی دجالی قوتوں کو ہزیمت سے دوچار کر رکھا ہے۔ ان کی عزیمت سے سبق سیکھتے ہوئے ہمیں پاکستان میں اقامت دین اور نفاذ شریعت کی جدوجہد کو تیز تر کرنا ہوگا۔ اپنے ایمان ویقین میں اضافے کی شعوری کوشش کے ساتھ ساتھ رب کی بندگی اور وفاداری کے ہر امتحان میں پورا اترنے کا عزم کرنا ہوگا اور باطل افکار ونظریات کے خلاف علمی وفکری جہاد اور باطل قوتوں سے پنجہ آزمائی کے لیے ہر دم آمادۂ عمل رہنا ہوگا۔ اس انقلابی جدوجہد کے ناگزیر تقاضے کے طور پر ہمیں رب کے دامن کو مضبوطی سے تھامنا اور شعوری طور پر تعلق مع اللہ کو لازماً بڑھانا ہوگا۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِھٰذَا (آمین)

احقر عاکف سعید عفی عنہ

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

مردِ حُر 2

4 پائے خود را آنچناں محکم نہد | نبضِ رہ از سوزِ او بر می جہد

وہ اپنا پاؤں (سفرِ حیات میں) اس مضبوطی سے رکھتا ہے کہ راستے کی نبض بھی اس کی گرمیِ جستجو سے تیز تیز چلنے لگتی ہے

5 جانِ او پایندہ تر گردد ز موت | بانگِ تکبیرش بروں از حرف و صوت

اس کی جان کو موت (واقع ہونے) سے پائندگی یعنی ہیشگی ملتی ہے اور اس کا نعرۂ تکبیر حروف اور آواز سے کہیں زیادہ اثر انگیز ہوتا ہے

6 ہر کہ سنگ راہ را داند زجاج | گیرد آں درویش از سلطان خراج

مردِ حر ہی راستے کے ہر پتھر (مضبوط اور سخت چیز) کو شیشہ (ذرا سی ٹھوکر سے ٹوٹنے والا) سمجھتا ہے وہی درویش یعنی مردِ حر سلطان سے (بھی) خراج وصول کرتا ہے

7 گرمیٔ طبع تو از صہبائے او ست | جوئے تو پروردۂ دریائے او ست

تیرے مزاج کی گرمی (جذبۂ عمل) اس کی شراب سے ہے تیری (فکری و نظریاتی تسلسل کی) ندی اس کے دریا سے پرورش پاتی ہے

8 پادشاہاں در قباہائے حریر | زرد رو از سہم آں عریاں فقیر

ریشمی قباؤں میں ملبوس بادشاہوں کے چہروں کے رنگ پیلے ہوجاتے ہیں اس یکساں ظاہر و باطن والے یعنی عریاں فقیر کے ڈر سے

4۔ مردِ حُر یعنی آزاد انسان سفرِ حیات میں اپنا ہر قدم سوچ سمجھ کر اور اپنے مقصدِ حیات کے لحاظ سے ایسا جچا تُلا رکھتا ہے کہ وہ حصولِ آزادی کی راہ کے تاروں پر مضراب کا کام کرتا ہے جس سے راستے کی نبضیں بھی تیز ہوجاتی ہیں اور پورے قافلۂ آزادی میں ایک سُرور کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے اور سب دم بخود ہو کر آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

5۔ انگریز کی غلامی سے مسلمان اُمت کی آزادی کے لئے لڑنے والا انسان موت سے ایک نئی زندگی پاتا ہے اس کو موت سے پائندگی اور ہیشگی ملتی ہے۔ مثال کے طور پر مولانا محمد علی جوہر، علامہ محمد اقبال، قائداعظم محمد علی جناح وغیرہم کی زندگیاں ان کی موت کے بعد بھی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ اس کی تکبیریں حروف و آواز سے نہیں جذبہ و سوزِ دروں سے بنی ہوتی ہیں۔

6۔ مردِ حُر ہی ایسا انسان ہوتا ہے کہ وہ راستے کی مشکلات و مصائب اور قید و بند سے گھبراتا نہیں ہے بلکہ راستے کے پتھروں کو ذرا سی ٹھوکر سے ٹوٹ جانے والا شیشہ سمجھتا ہے اور اسے ٹھوکر سے ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ ایسا مردِ درویش ہی وقت کے فرعونوں سے اپنا حق زبردستی لے کر رہتا ہے جیسے مقتدر بادشاہ کمزوروں سے خراج وصول کرتے ہیں۔

7۔ اے مسلمان نوجوان! تمہارا یہ دینی جذبہ ایسے ہی کسی مردِ حُر اور انقلاب کا نعرہ لگانے والے کی گرمیٔ جذبات سے ماخوذ ہے۔ آج کے مسلمانوں میں اسلام کے غلبے کی جستجو اور 'میرے درویش خلافت ہے جہانگیر تیری' کا جذبہ ایسے ہی مردانِ احرار کی محنتوں کا ثمر اور کاوشوں کا حاصل ہے۔ آزادی کی تلاش اور مغربی صیہونی استعمار کے شکنجے سے نکلنے کے جذبے سے سرشار مسلمان عوام اُمتِ مسلمہ کی انہیں عظیم ہستیوں کے جاری کردہ جذبوں کی اُسی ندی کا تسلسل ہیں۔

8۔ حکمران، بادشاہ، فرعون اور قارون (آج کی ملٹی نیشنلز کے سربراہ) اپنی قیمتی پوشاکوں اور نفیس و آرام دہ محلات میں بھی ایسے مردِ حُر جس کا ظاہر باطن ایک ہو (اور اس کی درویشی کا حُسن اس کے پاکیزہ کردار سے جگمگا رہا ہو) کے وجود سے زرد رُو رہتے ہیں اور لرزاں و ترساں ہوتے ہیں ان کی تقریروں اور منصوبوں سے ہی ان کے باطنی اضطراب کی شدت کا اندازہ ہوتا ہے۔ بیسویں صدی کے شروع میں جبکہ مغربی استعمار جوان تھا، پہلی جنگِ عظیم کے بعد ساری اسلامی دنیا یورپی ممالک کی غلام تھی صیہونی مغربی استعمار کا سب سے بڑا نمائندہ ملک برطانیہ تھا جس کے مقبوضات میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا پہلی جنگ کے بعد جنوبی ایشیا کے غلام مسلمانوں نے ایسی زوردار تحریکِ خلافت چلائی کہ برطانوی استعمار ڈول گیا۔ ہندو بھی اس تحریکِ خلافت میں شامل ہوگئے یہ تحریک اسی 'عریاں فقر' اور پاکیزہ کردار کے درویشی کے نمائندوں پر مشتمل قیادت کا ثمرہ تھا۔ پھر علامہ اقبال نے اپنی شاعری سے جو آزادی کی تڑپ پیدا کی وہ بھی اسی 'عریاں فقر' کی واضح مثال تھی۔ قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں مسلم لیگ کے پرچم تلے مسلمانوں کا جمع ہو کر ایک بڑی اسلامی مملکت کو صیہونی مغربی برطانوی اقتدار سے حاصل کر لینا، یقیناً ایک معجزہ سے کم نہیں تھا۔ یہ عصرِ حاضر میں بدکردار اور ابلیس کے نمائندہ دنیا پرست قیادت کے مقابلے میں بے داغ کرداروں کی جیت کی واضح مثالیں ہیں۔ آخری مثال امریکی صدر ٹرمپ کی حالیہ (ستمبر 2017ء) افغان پاکستان تعلقات پر مبنی پالیسی پر تقریر ہے جو نہتے طالبان کے ہاتھوں NATO اور صیہونی مغربی استعمار کی ذلت آمیز شکست کے اعتراف کی نشاندہی کرتی ہے۔

سالانہ اجتماع اور تزکیہ وتربیت کے اہم پہلو

حافظ انجینئر عمیر انور

تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع برائے سال 2017ء عنقریب منعقد ہونے کو ہے۔ اس اجتماع کے حوالے سے سب سے پہلے تو ہم سب کو دعا گو ہونا چاہیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بحسن وخوبی اس کا انعقاد ممکن فرما دیں اور اس راہ میں حائل تمام ممکنہ رکاوٹوں کو اپنے فضل وکرم سے دور فرما دیں۔ اس طرح کے دینی اجتماعات اپنے اندر افادیت کے بہت سے پہلو رکھتے ہیں، جن میں سے بیشتر کا تعلق شرکاء کی تربیت وتزکیہ کے عمل سے ہوتا ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع اصلاً رفقاء تنظیم کی تعلیم وتربیت کے لیے منعقدہ اجتماع ہے تو بات غلط نہ ہوگی۔ یہ اجتماع رفقاء تنظیم کی تربیت وتزکیہ میں کس طرح مدد ومعاون ہے، اس سے متعلق مختصراً چند ضروری گزارشات حسبِ ذیل ہیں۔

تربیت وتزکیہ کا معنی ومفہوم:

لغوی طور پر تربیت وتزکیہ دو قریب المفہوم الفاظ ہیں اور ان کا معنی ومفہوم کسان کی اس سرگرمی سے قریب تر ہے، جو وہ اپنی کھیتی میں کسی فصل کو پروان چڑھانے کے دوران کرتا ہے۔ یعنی جس طرح وہ زمین کو نرم کرتا ہے، اس میں بیج ڈالتا ہے، پانی اور کھاد فراہم کرتا ہے، اس کی نگرانی وحفاظت کرتا رہتا ہے۔ غیر مطلوب نباتات سے اپنی کھیتی کو صاف کرتا رہتا ہے اور یہ سارے کام مسلسل انجام دیتا رہتا ہے تا آنکہ مطلوبہ فصل حاصل ہو جائے۔ اسی طرح اپنے باطن وظاہر کی کھیتی میں باطنی وظاہری اوصاف واعمال کو پروان چڑھانے اور اس کے لیے خود کوشش کرنے اور کسی قابل واہل مربی کی رہنمائی میں اس سفر کو طے کرتے جانا تربیت وتزکیہ کی کوشش ہے۔

تربیت وتزکیہ کے لیے احادیثِ مبارکہ میں تادیب کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔

تربیت وتزکیہ کے دو ارکان:

تربیت/تزکیہ/تادیب کے عمل کے دو ارکان ہیں۔ ایک اس کا فاعل یعنی مؤدِّب اور دوسرا اس کا مفعول یعنی مؤدَّب۔

یہ بات بھی محتاج بیان نہیں ہے کہ جس اکٹھ اور اجتماعیت میں اہل اور قابل مربی ومؤدِّب دستیاب ہو جائیں اور اپنی اصلاح وتربیت کی طلب رکھنے والے زیر تربیت رفقاء وارکین میسر آجائیں، وہاں تربیت وتزکیہ کا عمل متوازن ومطلوب انداز میں ترقی پاتا ہے۔ اس تربیت کے عمل میں جہاں مربی وزیر تربیت فرد/افراد کی انفرادی ملاقاتوں اور غیر رسمی مجالس کو ایک خاص اہمیت وتاثیر حاصل ہے، وہیں دینی اجتماعات بھی اپنی ایک منفرد ومخصوص افادیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ تربیت وتزکیہ کے حوالے سے اگر اس بات پر بھی غور کر لیا جائے کہ اس کے بنیادی اجزاء کیا ہیں تو نہ صرف مذکورہ سالانہ اجتماع بلکہ ہر طرح کے دینی اجتماعات میں انہیں پیشِ نظر رکھ کر فائدہ اٹھانے میں آسانی رہے گی۔ ان شاء اللہ۔

تربیت وتزکیہ کے عمل کے بنیادی اجزاء:

ایک خاص اعتبار سے دیکھا جائے تو تربیت وتزکیہ یا تادیب کے عمل کو تین اجزاء میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(ا) تعلیم:

یعنی دینی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے اپنے اساتذہ ومربیین سے مطلوبہ علمِ دین سیکھ کر اس کی اہلیت و استعداد پیدا کرنا۔ تربیت کے عمل کا آغاز اسی تعلیم سے ہوتا ہے۔ اس لیے کہ تمام فرائض و واجباتِ دینیہ اور دینی ذمہ داریوں کی صحت ودرستگی کے ساتھ ادائیگی اس کے بعد ہی ممکن ہو سکے گی۔ اسی لیے ہر مسلمان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ سب سے عقائدِ صحیحہ کا ضروری علم سیکھے، طہارت و نجاست کے ضروری مسائل سیکھے اور تمام فرائض وواجبات چاہے وہ ظاہری اعمال ہوں یا باطن سے متعلق ہوں، ان کا علم سیکھنے کی کوشش کرے۔ الحمد للہ، تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع اس حوالے سے ایک قیمتی موقع ہے کہ جہاں امت مسلمہ کے بعض افراد جمع ہوتے ہیں، ایک حد تک ضروری علمِ دین کی یاددہانی کی بھی کوشش کرتے ہیں اور خدمت دینی کے جس خاص شعبے سے رفقاء تنظیم وابستہ ہیں، اس سے متعلق علمِ دین کے اجزاء اور اپنی فکر کی تازگی کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کوشش کے ذریعے نسیان وغفلت کا علاج بھی ہوتا ہے اور جذبہ تازہ کا حصول بھی ممکن ہوتا ہے۔ وہ افراد جو اس اجتماع میں ماضی میں کبھی شرکت کر چکے ہیں، اسے بخوبی محسوس کر سکتے ہیں۔

(ب) یاددہانی

تربیت وتزکیہ کے حوالے سے دوسرا جزو یاددہانی ہے۔ تعلیم کے بعد اساتذہ ومربیین سے مستقل ربط ضبط رکھنا، وقتاً فوقتاً ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہنا، دینی کتب کا مطالعہ کرتے رہنا، اس یاددہانی وتذکیر کے بڑے ذرائع ہیں۔ وہ طلبہ جو تعلیم کے بعد سیکھا ہوا علم دہرانے اور تازہ کرنے پر توجہ نہ دیں اور اساتذہ سے ربط ضبط نہ رکھیں، جلد اسے بھول جاتے ہیں۔ اسی نسیان کا علاج گاہے بگاہے یاددہانی کا اہتمام ہے۔ سالانہ اجتماع بھی دیگر اجتماعات کی طرح یہ فائدہ اپنے اندر رکھتا ہے کہ سال میں ایک مرتبہ رفقاء بڑی تعداد میں جمع ہوتے ہیں اور اپنے تحریکی و دینی سبق کی یاددہانی حاصل کرتے ہیں۔

(ج) علمِ صحیح پر متوازن عمل

تربیت وتزکیہ کا تیسرا جزو سیکھے ہوئے علم کو متوازن ومطلوب انداز میں عمل کا حصہ بنانا ہے۔ اس میں بھی اہل و ذی استعداد مربی کا کردار ازحد اہمیت کا حامل ہے اور یہ شے تزکیہ سے زیادہ متعلق ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 129 میں حضرت رسول اللہ ﷺ کے چار بنیادی وظائف (تلاوتِ آیات، تعلیمِ کتاب وحکمت اور تزکیہ) کا بیان ہے اور یہاں تعلیمِ کتاب وحکمت کو تزکیہ پر مقدم کیا گیا ہے۔

تیسرا فرض آنحضرت ﷺ کے فرائض منصبی میں تزکیہ ہے جس کے معنی ہیں ظاہری وباطنی نجاسات سے پاک کرنا۔ ظاہری نجاسات سے تو عام مسلمان واقف ہیں باطنی نجاسات کفر اور شرک غیر اللہ پر اعتماد کلی اور اعتقاد فاسد نیز تکبر وحسد، بغض، حب دنیا وغیرہ ہیں اگرچہ علمی طور پر قرآن وسنت کی تعلیم میں ان سب چیزوں کا بیان آگیا ہے لیکن تزکیہ کو آپ کا جداگانہ فرض قرار دے کر اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا کہ جس طرح محض الفاظ کے سمجھنے سے کوئی فن حاصل نہیں ہوتا اسی طرح نظری وعلمی طور پر فن حاصل ہو جانے سے اس کا استعمال اور کمال حاصل نہیں ہوتا جب تک کسی مربی کے زیر نظر اس کی مشق کرکے عادت نہ ڈالے۔

ہدایت واصلاح کے سلسلے کتاب اللہ سنت رسولؐ اور رجال اللہ:
اب اس سلسلے کی دو باتیں اور قابل نظر ہیں:

اول یہ کہ اللہ جل شانہ نے ابتدا آفرینش سے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لیے ہمیشہ ہر زمانے میں خاتم الانبیاء (ﷺ) تک دو سلسلے جاری رکھے ہیں ایک آسمانی کتابوں کا دوسرے اس کی تعلیم دینے والے رسولوں کا۔ جس طرح محض کتاب نازل فرما دینے کو کافی نہیں سمجھا اسی طرح محض رسولوں کے بھیجنے پر بھی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ دونوں سلسلے برابر جاری رکھے۔

یہی وجہ ہے کہ جس طرح اسلام کی ابتدا ایک کتاب اور ایک رسول سے ہوئی اور ان دونوں کے امتزاج نے ایک صحیح اور اعلیٰ مثالی معاشرہ دنیا میں پیدا کر دیا اسی طرح آگے آنے والی نسلوں کے لیے بھی ایک طرف شریعت مطہرہ اور دوسری طرف رجال اللہ کا سلسلہ رہا قرآن کریم نے جگہ جگہ اس کی ہدایات دی ہیں ایک جگہ ارشاد ہوا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ (التوبہ:199)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ رہو۔"

دوسری جگہ صادقین کی تعریفین اور اوصاف بیان کر کے فرمایا:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ (البقرۃ:177)

"اور یہی لوگ سچے ہیں اور یہی ہیں پرہیز گار۔"

پورے قرآن کا خلاصہ سورۃ فاتحہ ہے اور سورۃ فاتحہ کا خلاصہ صراط مستقیم ہدایت ہے، یہاں بھی صراط مستقیم کا پتہ دینے کے لیے بجائے اس کے کہ صراط القرآن یا صراط الرسول یا صراط السنۃ فرمایا جاتا کچھ اللہ والے لوگوں کا پتہ دیا گیا کہ ان سے صراط مستقیم حاصل کی جائے ارشاد ہوا:

﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾

یعنی صراط مستقیم ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے نہ کہ ان لوگوں کا جو گمراہ ہو گئے۔

صحیح بخاری کی حدیث میں ہے:

((اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر))

"یعنی میرے بعد ابو بکر اور عمر ؓ کا اتباع کرو۔"

اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

((علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین))

"میرے طریقہ کو اختیار کرو اور خلفائے راشدین کے طریقہ کو۔"

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قرآن کریم کی ان ہدایات اور رسول کریم (ﷺ) کی تعلیمات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ قوموں کی اصلاح وتربیت کے لیے ہر قرن ہر زمانے میں دو چیزیں ضروری ہیں قرآنی ہدایات اور ان کے سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کا سلیقہ حاصل کرنے کے لیے ماہرین شریعت اور اللہ والوں کی تعلیم وتربیت اور ان کے سیکھنے سکھانے کے طریقوں پر غور کریں۔

اصلاح انسان کے لیے صرف تعلیم صحیح بھی کافی نہیں اخلاقی تربیت بھی ضروری ہے:

تزکیہ کو تعلیم سے جدا کر کے مستقل مقصد رسالت اور رسول کا فرض منصبی قرار دینے میں اس طرف اشارہ ہے کہ تعلیم کتنی ہی صحیح ہو محض حاصل نہ کرے کیونکہ تعلیم کا کام درحقیقت سیدھا اور صحیح راستہ دکھلا دینا ہے مگر ظاہر ہے کہ منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے محض راستہ جان لینا تو کافی نہیں جب تک ہمت کر کے قدم نہ اٹھائے اور راستہ نہ چلے اور ہمت کا نسخہ بجز اہل ہمت کی صحبت اور اطاعت کے اور کچھ نہیں ورنہ سب کچھ جاننے سمجھنے کے بعد بھی حالت یہ ہوتی ہے کہ:

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

عمل کی ہمت وتوفیق محض کسی کتاب کے پڑھنے یا سمجھنے سے پیدا نہیں ہوتی اس کی صرف ایک ہی تدبیر ہے کہ اللہ والوں کی صحبت اور ان سے ہمت کی تربیت حاصل کرنا۔ اسی کا نام تزکیہ ہے۔ تزکیہ اخلاق اور باطنی طہارت ایک ایسا کام ہے جس کو عام اقوام اور سوسائٹیوں نے سرے سے نظر انداز کر رکھا ہے۔ انسانی لیاقت واستعداد کا معیار اس کی تعلیمی ڈگریاں سمجھی جاتی ہیں۔ انہی ڈگریوں کے وزن کے ساتھ انسانوں کا وزن گھٹتا بڑھتا ہے۔ اسلام نے تعلیم کے ساتھ تزکیہ کا ضمیمہ لگا کر تعلیم کے اصل مقصد کو پورا کر دکھایا۔

جو خوش نصیب حضرات رسول اللہ ﷺ کے سامنے زیر تعلیم رہے، تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کا باطنی تزکیہ بھی ہوتا گیا اور جو جماعت صحابہ کرامؓ آپ کی زیر تربیت تیار ہوئی ایک طرف ان کی عقل و دانش اور علم و حکمت کی گہرائی کا یہ عالم تھا کہ ساری دنیا کے فلسفے اس کے سامنے گرد ہو گئے تو دوسری طرف ان کے تزکیہ باطنی اور تعلق مع اللہ اور اعتماد علی اللہ کا یہ درجہ تھا جو خود قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾ (الفتح:29)

"اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں رحمدل ہیں تم انہیں رکوع سجدہ کرتے ہوئے دیکھو گے وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا مندی تلاش کرتے ہیں۔"

یہی وجہ تھی کہ وہ جس طرف چلتے تھے فتح ونصرت ان کے قدم چومتی تھی، تائید ربانی ان کے ساتھ ہوتی تھی۔ ان کے محیر العقول کارنامے جو آج بھی ہر قوم وملت کے ذہنوں کو مرعوب کیے ہوئے ہیں وہ اسی تعلیم وتزکیہ کے اعلیٰ نتائج ہیں۔ آج دنیا میں تعلیم کو بہتر بنانے کے لیے نصابوں کی تبدیل وترمیم پر تو سب لوگ غور کرتے ہیں لیکن تعلیم کی روح کو درست کرنے کی طرف عام طور پر توجہ نہیں دی جاتی کہ مدرس اور معلم کی اخلاقی حالت اور مصلحانہ تربیت کو دیکھا جائے، اس پر زور دیا جائے، اس کا نتیجہ ہے کہ ہزار کوششوں کے بعد بھی ایسے مکمل انسان پیدا نہیں ہوتے جن کے عمدہ اخلاق دوسروں پر اثر انداز ہوں اور دوسروں کی تربیت کر سکیں۔

چنانچہ مربیین وزیر تربیت افراد کا سفر میں ساتھ رہنا، ایک دینی اجتماع میں تقریباً دو دن کا وقت گزارنا تربیت کے اس پہلو میں ترقی کے لیے کافی مواقع فراہم کرتا ہے۔ نہ صرف عملی وظاہری اعمال کی اصلاح ممکن ہوا کرتی ہے بلکہ عقائد وتصورات اور اخلاق و باطنی اوصاف میں ترقی کے لیے بھی یہ مجالست وسفر خصوصی تاثیر کا حامل ہے۔

سالانہ اجتماع کی خصوصی اہمیت

رفقاء تنظیم کے لیے یہ اجتماع بعض حوالوں سے خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ خصوصاً اس موقع پر ایک نیک مقصد کے لیے سفر کرنا ہوتا ہے اور اس طرح بوقتِ ضرورت دین کے لیے سفر کرنے کی جو سنت اسلافِ امت نے چھوڑی ہے، اس پر ایک درجے میں عمل کرنے کا موقع ہاتھ آ جاتا ہے۔ چنانچہ کسی نیک مقصد مثلاً دعوت دین، تبلیغ دین، تعلم وتعلیم دین، جہاد وقتال فی سبیل اللہ وغیرہ ایسے امور کے لیے اخلاص کے ساتھ دینی تعلیم و آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے سفر کرنا نہایت اجر وثواب اور قربِ الٰہی کا باعث عمل ہے۔ قرآن حکیم میں بعض مقامات پر ایماءً واشارۃً اور بعض مقامات پر صراحتاً اس کی ترغیب و اہمیت بیان ہوئی ہے۔ سورۃ التوبہ آیت نمبر 112 میں صحابہ کرام کے بیان شدہ اوصاف میں ایک وصف السّٰٓئِحُوْنَ بھی آیا ہے، جس کی ایک تفسیر مفسرین کرام نے نیک مقاصد کے لیے سفر کرنے والے بھی بیان فرمائی ہے۔ اسی طرح سورۃ الکہف کے رکوع نمبر 9 میں بیان شدہ حضرت موسیٰؑ وحضرت خضرؑ کے واقعہ میں اس جانب توجہ دلائی گئی ہے کہ علم دین سیکھنے کے لیے کیا جانے والا سفر

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا تقرب دلانے والے اعمال میں سے ہے۔ اسی طرح سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 122 میں براہِ راست علمِ دین میں گہری سمجھ بوجھ پیدا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا گیا: ''اور مسلمانوں کے لیے یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ وہ (ہمیشہ) سب کے سب (جہاد کے لیے) نکل کھڑے ہوں۔ لہٰذا ایسا کیوں نہ ہو کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک گروہ (جہاد کے لیے) نکلا کرے، تاکہ (جو لوگ جہاد میں نہ گئے ہوں) وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لیے محنت کریں، اور جب ان کی قوم کے لوگ (جو جہاد میں گئے ہیں) ان کے پاس واپس آئیں تو یہ ان کو متنبہ کریں، تاکہ وہ (گناہوں سے) بچ کر رہیں۔'' جس طرح جہاد امتِ مسلمہ کی ایک ضرورت ہے اسی طرح دین کا علم حاصل کرنا بھی امت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اگر سب لوگ جہاد میں نکل کھڑے ہوں تو علمِ دین کی درس وتدریس کا فریضہ کون انجام دے گا؟ لہٰذا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ جہاد میں نہ جائیں وہ اپنے شہر میں رہ کر دین کا علم حاصل کریں۔ متنبہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو احکام انہوں نے سیکھے ہیں، وہ ان کو بتادیں کہ فلاں کام واجب ہے، اور فلاں کام گناہ ہے۔'' پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اسی سورۂ مبارکہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان اعرابیوں کی مذمت فرمائی جو کہ کفر ونفاق جیسی بیماریوں میں مبتلا تھے اور بالخصوص ان کے علمِ دین سے گریز کرنے اور اسے اہمیت نہ دینے کے رویے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا: ترجمہ: ''جو دیہاتی (منافق) ہیں، وہ کفر اور منافقت میں زیادہ سخت ہیں، اور دوسروں سے زیادہ اسی لائق ہیں کہ اس دین کے احکام سے ناواقف رہیں جو اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر اتارا ہے۔ اور اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک'' (التوبہ:97) معارف القرآن میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں: ''ان کا حال آیت مذکورہ میں یہ بتلایا کہ یہ کفر ونفاق میں شہر والوں سے بھی زیادہ ہیں، جس کی وجہ یہ بتلائی کہ یہ لوگ علم اور علماء سے دور رہنے کے سبب عموماً جہالت اور قساوت میں مبتلا ہوتے ہیں، سخت دل ہوتے ہیں۔ ﴿وَاَجْدَرُ اَلَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ﴾ یعنی ان لوگوں کا ماحول ہی ایسا ہے کہ وہ اللہ کی نازل کی ہوئی حدود سے بے خبر رہیں، کیونکہ نہ قرآن ان کے سامنے آتا ہے، نہ اس کے معانی ومطالب اور احکام سے ان کو واقفیت ہوتی ہے۔ گویا اپنے علاقوں سے علمِ دین کی تحصیل کے لیے نکلنے میں جو کوتاہی کرتے تھے، اس کا نتیجہ قساوتِ قلبی اور دیگر گمراہیوں میں مبتلا ہونے کی صورت میں سامنے آتا تھا۔

اسی طرح کثیر روایات واحادیثِ مبارکہ میں بھی نیک مقاصد کے لیے سفر کے بہت سے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارکہ ہے: ((مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ)) (سنن الترمذی) ترجمہ ''جو کوئی کسی راستے پر علم کے حصول کے لیے چلے، اللہ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرمادیتے ہیں"۔ الحمد للہ! دینی جماعتوں، اداروں اور درس گاہوں کے ذریعے اللہ سبحانہ وتعالیٰ جو خدماتِ دینیہ لے رہے ہیں، ان میں سفر وتحصیلِ علمِ دین کے بہت سے مواقع امتِ مسلمہ کے افراد کو میسر آتے رہتے ہیں۔ رفقاءِ تنظیم کی بات کی جائے تو سالانہ اجتماع بھی ایسا ہی موقع ہے کہ جس میں تعلیمِ دین اور فکر کی تازگی و یاددہانی کے ساتھ ساتھ عملی تربیت و تزکیہ کے وافر مواقع موجود ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مربیین اور زیرِ تربیت افراد ان مواقع سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔

سفرِ سالانہ اجتماع میں تربیت وتزکیہ کے لیے اہم اہداف:

عزیز رفقاء! اس سفر واجتماع کے موقع پر ہمیں بعض اہداف خصوصی طور پر اپنے پیشِ نظر رکھنے چاہئیں۔ ذیل میں ان اہداف کو دو حصوں میں تقسیم کرکے ان کی جانب مختصراً توجہ دلائی جارہی ہے۔

1۔ باطنی اہداف:

I۔ عقائدِ صحیحہ کی یاددہانی۔ (ڈاکٹر اسرار احمد صاحبؒ کی متعلقہ تحریر کا مطالعہ بہت مفید رہے گا، ان شاء اللہ)

II۔ مراقبہ ودروں بینی کا اہتمام۔ جس کے نتیجہ میں:

III۔ فضائلِ باطن سے آراستہ ہونے کی کوشش: ایمان، تقویٰ، صبر (تشریعی وتکوینی امور ہر دو میں)، شکر، توکل، اخلاص، خیرخواہی، عاجزی وفروتنی، غیرتِ ایمانی اور دیگر نیک جذبات کو اعتدال کے ساتھ پروان چڑھانے کی کوشش۔

IV۔ ان باطنی فضائل میں بالخصوص اخلاصِ نیت پر خصوصی توجہ رہنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ مبارکہ ہے: ((إن اللّٰه لا ينظر إلى أجسامكم، ولا إلى صوركم، ولكن ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم)) (رواہ مسلم) ترجمہ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نہ تمہارے جسموں کو دیکھتے ہیں اور نہ تمہاری صورتوں کو بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں۔'' نیت وارادہ دل سے کیا جانے والا عمل ہے اور اس کی اعلیٰ ترین شکل یہی ہے کہ سوائے اللہ کی رضا اور اخروی فلاح کے نیک عمل سے اور کچھ مطلوب نہ ہو۔

V۔ اسی مراقبہ اور دروں بینی وخود احتسابی کے عمل کے نتیجہ میں رذائلِ اخلاق سے دور ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مثلاً کفر، ناشکری، بے صبری، حسد، کبر، بغض، عجب، حبِ دنیا، حبِ مال اور حبِ جاہ وغیرہ ایسے مذموم جذبات ہیں کہ جن کی ایک مسلمان کے باطن میں صفائی مطلوب ہے۔

VI۔ خصوصاً اس سفر واجتماع میں بے صبری سے بچنے کا خصوصی اہتمام کیا جائے۔ اتنے بڑے اجتماع میں بعض امور کا مطلوبہ درجے پر انتظام نہ ہو پانا، ایک متوقع سی بات ہے۔ اس موقع پر منتظمین کے بارے میں حسنِ ظن برقرار رکھنا اور کوئی شکوہ وشکایت زبان پر لائے بغیر ان ناگواریوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا ہی اعلیٰ و مطلوب مومنانہ طرزِ عمل ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللَّهُ وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ شَيْئًا هُوَ خَيْرٌ وَأَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ (سنن الترمذی) ''جو صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق عطا فرمائے گا اور کسی کو صبر سے بہتر اور کشادہ چیز نہیں دی گئی۔

VII. اسی اجتماع میں ہمیں یہ خاص ہدف بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیے کہ ہم اپنے دینی تصورات اور فکر کی تازگی حاصل کرکے لوٹیں۔ اللہ نے ہماری اجتماعیت کو دین کے جس شعبہ میں خدمت کی توفیق عطا فرمائی ہے اس سے متعلق ضروری علم وفکر کو تازہ کرتے رہنا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ اس غرض کے لیے اجتماع میں بیانات سے بھرپور استفادہ کرنا چاہیے اور ضروری کتابچوں کا حسبِ موقع مطالعہ بھی بہت مفید ہے۔

ظاہری اہداف

I اس حوالے سے سب سے پہلا ہدف آدابِ سفر کا سیکھنا ہے اور پھر ان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے سفر واجتماع مکمل کرنا ہے۔

II دوسرا اہم ہدف اپنی ذاتی دینی ترقی کی کوشش ہے۔ اس حوالے سے عبادات، تلاوتِ قرآن، ذکر، استغفار، دعا کا اہتمام، درود شریف کی کثرت جیسے امور میں ترقی وپابندی کی کوشش، اس سفر واجتماع کا ایک اہم حاصل ہونا چاہیے۔

III دعوتِ دین کے جذبے کو خیرخواہی پر بناء کرتے ہوئے پروان چڑھانا بھی اس سفر واجتماع کا اہم ہدف ہونا چاہیے۔

IV آخری شے یہ کہ اپنی دینی اجتماعیت کے کام میں منظم حصہ ڈالنے کا جذبہ تازہ حاصل کرکے لوٹنا ہمارا ہدف ہونا چاہیے اور پھر بقیہ سال میں اس جذبہ کو بروئے کار لاتے ہوئے دین کے کام میں لگے رہنا، ہمارا شعار ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اجتماع کے راستے کی تمام مشکلات کو دور فرمائے اور شرکاء کو بھرپور استفادہ کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین! ☆☆

سبز صحیفہ روشن!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

گلوبل ویلیج کے چودھریوں کے ہاں کی خوشیاں اور غم، تہوار اور جہالتیں پوری دنیا پر چھا جاتی ہیں۔ اکتوبر کے وسط سے ہی ہیلووین نامی بھوت بلاؤں کا دن، مُردوں کا مہینہ، منائے جانے کی خبریں مغربی دنیا سے آرہی تھیں۔ ہر تہوار کمرشل ازم کی سان چڑھ کر تجارتی بنیادوں پر بڑی بڑی ملٹی نیشنلز اور سٹورز کے ذریعے، میڈیا کے بھونپوؤں کے ذریعے وبائی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یورپ میں بھی اس کی آمد (جو اس کی اصل جنم بھومی ہے) کی تیاری میں جو اشیائے فروختنی لائی گئیں وہ معمول سے زیادہ بھیانک تھیں۔ خوفناک ماسک اور بھوت بلاؤں کے لباس ہی نہ تھے بلکہ زیادہ وحشت اثر بنانے کو بظاہر انسانی خون دکھائی دینے والی مائع بھری بوتلیں، ویمپائر (ایک توہماتی جناتی کردار جو رات کو قبر سے نکل کر سوئے ہوؤں کا خون پی جاتا ہے) خون آشامی، خونخواری کے مظاہر بہت بڑھ گئے ہیں۔

دنیا بھر پر بڑھتی ہوئی شیطانیت کا راج ہے۔ خونخواری، عریانی، حیا سوزی اور باضابطہ شیطان مت کا مذہب ہے۔ شیطانی معبدوں کے جال انسانیت کو اسفل ترین گڑھوں میں دھکیل رہے ہیں۔ ہیلووین تو پہلے ہی عالمی سطح پر مغربی اقوام اور اقوام متحدہ کے زیر سایہ نائن الیون کے بعد سے پورے کرۂ ارض پر چھایا ہوا ہے۔ جیتی جاگتی بلائیں نام بدل بدل کر ویمپائر کا کردار ادا کر رہی ہیں۔ بش جونیئر، کونڈو لیزا رائس، اوباما، ہیلری سے بالآخر ٹرمپ تک، مودی، برمی فوج اور سوچی، اسرائیلی وزرائے اعظم۔ مسلمانوں کا روپ دھارے السیسی اور اہلِ ایمان کے لیے پھانسی کا پھندا فیم حسینہ واجد، انبیاء کی سرزمین شام کو خون میں نہلانے کا مرکزی ویمپائر بشار الاسد۔ پرویز مشرف کے زیر سایہ اقراری مجرمین سانحہ بلدیہ ٹاؤن، کراچی کا حماد صدیقی، ایم کیو ایم کے رکنِ اسمبلی سندھ کامران فاروقی (12 مئی کو خون کی ہولی کھیلنے کا برملا اعتراف، لاشیں گرانے پھینکنے پر اب بیانِ حلفی عدالت میں جمع کروا کر معافی کی درخواست دی ہے!) 70، 80 قتل کے ان کے کئی اقراری ساتھی پہلے بھی سامنے آچکے ہیں۔

غرض یہ تو نمونے کے چند دانے ہیں۔ گزشتہ 17 سال ہیلووین کے بھیانک تاریک روز و شب میں بالخصوص مسلم ممالک سسک رہے ہیں۔ آپریشن، دربدری، صحراؤں، سمندروں میں رُلتے عورتیں، بوڑھے، بچے! بین الاقوامی (درندوں کا) اتحاد برائے شام کی فضائی کارروائیوں میں لاشوں کے ڈھیر لگ گئے ہیں۔ سبھی مسلمان ہیں، شہری غیر شہری، عورت مرد بچے کی تفریق کیا کرنی! اقوام متحدہ نے فرمایا: اب اس بحث کو دفنا دینا چاہیے کہ حملے کا ذمہ دار کون تھا؟

روہنگیا مسلمانوں کے زخم ابھی رس رہے ہیں کہ فلپائن میں مینڈا ناؤ جزیرے پر (30 لاکھ آبادی) مسلمانوں کے لیے ہیلووین کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ 5 ماہ سے جاری فوجی آپریشن میں فلپائنی فوج امریکی میرین اور ڈرونز کے ہمراہ مراوی شہر میں 300 سے زائد مساجد، دینی مدارس تباہ کر چکی ہے۔ عیسائی این جی اوز ان پر (جو بچا کھچا ہے) قابض ہو چکی ہیں۔ ایک لاکھ مسلمان مراوی شہر چھوڑنے پر مجبور کیے جا چکے ہیں۔ عیسائی مسلح ملیشیا مسلمانوں کو گھروں سے زبردستی بے دخل کرنے میں حصہ دار ہے۔ مگر یہ دہشت گرد نہیں ہیں، کیونکہ عیسائی ملیشیا ہے!

ادھر اعلانِ بالفور (فلسطینی ہیلووین) کی ایک صدی کی تکمیل ہوئی ہے۔ برطانیہ کے ہاتھوں اسرائیل کے غاصبانہ قبضے، ظلم و جور اور وحشت کو مناتے ہوئے اسرائیلی فوج نے رہائشی آبادیوں (غزہ) پر زہریلی گیس (مع بمباری) استعمال کی ہے۔ تصویر، گھروں سے اٹھتے ہوئے زہریلے دھوئیں اور آگ کے شعلوں میں گھرے غزہ کی گھٹی گھٹی سانسوں کی خبر دیتی ہے۔ 71 لاکھ فلسطینی اپنی سرزمین سے بے دخل دربدر ہیں!

انسانوں پر مسلط کی گئی ان ہیلووینی بلاؤں کے ماسٹر مائنڈ خود بھی آسمانی ہیلووین تھپیڑوں سے مسلسل ہلا مارے گئے۔ ریکارڈ توڑ طوفانوں نے امریکہ کے طول و عرض میں وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے بموں (WMD) کا مزہ چکھا دیا۔ تباہ کن آگ نے ہوش گم کر دیئے۔ طوفانوں کے موسم کے آخری تھپیڑے (فلمی نامی) برطانیہ، جرمنی اور ایک مرتبہ پھر فلوریڈا، نیویارک کا رخ کیے رہے۔

تاہم انسانوں کا حال نادان گدھے کا سا ہو چکا، نہیں جانتا مالک نے باندھا کیوں اور کھولا کیوں!

اس کے برعکس آج کا انسان اندر کے مہیب خلا کو بھرنے کے لیے نت نئے سوانگ بھرتا پھر رہا ہے۔ بلاؤں کا روپ دھارے، کارٹونوں حتیٰ کہ کتوں کا حلیہ بنائے، کاسٹیوم پزل کردار کا روپ اپنائے سکون کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہے۔ آئے روز نت نئے نرالے دیوانے گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں نام درج کروانے کے حربے، بے مصرف جوانیوں کا غبار نکالنے کے سامان کرتا پھرتا ہے۔ چاکلیٹ ریس، ٹف مڈ ریس، ببل رن بلبلوں کے بیچ جھاگ بھرے ماحول میں خوشی کشید کرتا مارا مارا پھر رہا ہے۔ مصنوعی خوشیاں، رنگ برنگی جگمگاتی روشنیوں، موسیقی کے طوفان انگیز ہنگام میں، مرد و زن کا بے محابا اختلاط، سبھی کچھ آزما کر دیکھ لیا ہے۔

......دہر میں آسودگی نہیں ملتی!
تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی!
آہ وہ تیر نیم کش جس کا نہ ہو کوئی ہدف!

المیہ تو یہ ہے کہ ہم جنہیں تریاق دے کر بھیجا گیا تھا، جنہیں روح کے اندر تک رواں رواں منور کر دینے کا سامان فراہم کیا تھا سب بھلائے بیٹھے ہیں۔ سراجِ منیر ﷺ کے وارث تو وہ (صحابہؓ) تھے کہ جن میں سے ہر ایک سولر پینل کی مانند ولولہ انگیز قوت حرارت تپش کو جذب کر کے انسانی زندگی میں برقی رو کی طرح روشنی کا سامان تا قیامت فراہم کر گئے!

ذرۂ ریگ کو دیا تو ﷺ نے طلوع آفتاب!

جبکہ آج قبل از عیسائیت کے جاہلانہ توہماتی ہیلووین منانے والی دیوانی لبرل دنیا دیکھئے۔ ان کی اقدار اور تہذیب، روم اور یونان کے کھنڈرات سے ادھیڑی اکھاڑی بے جہت (Fossilized) لبرل بوسیدہ تصور زندگی نے انسان کو تشنگی کے سوا کچھ نہ دیا۔ تعلق باللہ کی سکینت اور روحانی آسودگی سے محروم۔ انسانی رشتوں کی مٹھاس سے محروم احساس تنہائی گزیدہ! چراغ مردہ کجا، نور آفتاب کجا! یہ بھی حقیقت ہے کہ سورج سے دوری ڈیپریشن، افسردگی، بے چارگی، مایوسی پیدا کرتی ہے۔ سورج کی روشنی دماغ کی درست کارکردگی کے لیے بہت ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ کو رب تعالیٰ نے جسم و روح کی توانائی کے منبع کے طور پر خورشید جہاں تاب بنا کر بھیجا۔ رومی نے کہا تھا: سورج (کے وجود اور چمک) کی مدح کرنے والا درحقیقت اپنی ہی تعریف کر رہا ہے کہ میری دونوں آنکھیں روشن، صحیح سالم، قوت و بینائی سے مالا مال ہیں۔ جبکہ سورج کے وجود کا منکر خود اپنے ہی نقص کا ثبوت، اپنی ہی برائی بیان

کر رہا ہے کہ میری دونوں آنکھیں اندھی اور قوت بینائی سے محروم ہیں۔

المیہ تو یہ ہے کہ آج کا مسلمان خود ذہنی پسماندگی اور غلامی کا مارا نورِ نبوت ﷺ کا فیض پانے سے محروم ہے۔ دولے شاہ کا وہ چوہا ہے جسے مغربی (غلام گھڑنے کی) لارڈ میکالے تعلیم کا آہنی خود بچپن سے پہنا کر پالا گیا۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں پرائی زبان، بیگانی تہذیب، احساسِ کمتری کے ہاتھوں تباہ ہو چکیں۔ دنیا کے چوراہوں میں بھیک مانگ کر ہیلووین، ویلنٹائن، دیوالی، ہولی لاتے بہروپ بھر کر ناچتے گاتے، اسی پر نازاں پھرتے ڈالروں کے ٹکڑوں پر پلنے کو معراج جانتے ہیں! دنیا پاگل ہو چکی ہے۔ ہفتہ بھر پاکستان میں بھی ہیلووین منائی گئی۔ ہم بھی دیوانگی کو سرمایۂ حیات جان رہے ہیں۔

تازہ ترین معراجِ انسانیت ملاحظہ ہو۔ انسانوں کو لاشوں کے ڈھیر میں تبدیل کر کے دنیا انسان نما روبوٹ تیار کرنے میں نازاں و فرحاں ہے۔ صوفیہ نامی روبوٹ جو انسانوں کی طرح (پروگرام شدہ) گفتگو کرتی اور چہرے کے تاثرات کا اظہار کرتی ہے، متعارف کروائی گئی ہے۔ سعودی عرب نے پہل کر کے اسے سعودی شہریت سے نوازا ہے! (خود گوروں کے میڈیائی تبصروں کے مطابق سعودی عرب خود کو ماڈرن ظاہر کرنے، باور کروانے کی فکر میں ہے!) صوفیہ نے انگریزی میں سعودی بادشاہت کا شکریہ ادا کیا ہے۔ اس بے مثال عزت افزائی پر اظہار تفاخر فرمایا ہے! مسکراہٹ زیرِ لب ہے۔ ادھر ہم؟

لب خنداں سے نکل جاتی ہے اک آہ بھی ساتھ!

بہ زبانِ اقبال......

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ!

اس شہریت نوازی پر تنقید بھرے ٹویٹ کرنے والوں کی کمی نہیں۔ مثلاً کروڑوں بے ریاست انسانوں کی دنیا میں، روبوٹ کو شہریت......؟ ہم کس دور میں جی رہے ہیں۔ جواب چاہیے؟ ہاں! ہم اس دور میں جی رہے ہیں جس میں حدیث نبوی ﷺ کے مطابق زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے بہتر ہے! بے دخل ہوتے مسلمانوں کے بیچ، سمندروں میں ڈوبتے، جلتی بستیوں کا لقمہ بنتے ننھے بچوں کے بیچ، زہریلی گیس اور کیمیائی حملوں میں سسک سسک کر جان دیتے شامیوں، فلسطینیوں کے بیچ مسکراتی صوفیہ......؟ اس سرزمین پر جس نے شیخِ دوراںؒ کو، صلاح الدین ایوبیؒ کے بیٹے کو شہریت سے محروم کیا! آج کے مسلمانوں کی نمائندہ صوفیہ ہے۔ بے روح، بے جان، پروگرام کی گئی۔ اس کی اپنی زبان نہیں، احساسات جذبات نہیں۔ رونے کے مقام پر مسکرائے گی شاید ہنسنے کے مقام پر رو دے! سینے میں دھڑکتا دل نہیں۔ اور وہ ماں بننے کی صلاحیت سے بھی عاری ہے! سیدہ ہاجرہؑ کی سرزمین پر! سیدہ خدیجہؓ، سیدہ فاطمہؓ کے قدم جس سرزمین کو چومے۔ تف بر تو اے روبوٹ صوفیہ! واقعی! ہم کس دور میں جی رہے ہیں، چہار جانب ہیلووین ہے، ویمپائر ہیں، ڈھانچے ہیں، خونخواری ہے، خون آشامی ہے۔ تاہم روشنی ہو کر رہے گی۔ سو:

آؤ اب بند کریں کالی کتابیں ساری
رحل پر ہونے کو ہے سبز صحیفہ روشن!

☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆ راولپنڈی کے رہائشی ملتزم رفیق کو اپنی بہن، عمر 22 سال، تعلیم بی اے، عالمہ کورس جاری، سٹیچنگ، ڈریس ڈیزائنر، گھریلو کام کاج کی ماہر، کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسرروزگار ترجیحاً رفیق تنظیم لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0312-5335274

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 32 سال، تعلیم ایم اے (اکنامکس) سکول ٹیچر کے لیے برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0331-4729490

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن — دعائے مغفرت

☆ حلقہ کراچی شمالی، سرجانی ٹاؤن کے ملتزم رفیق سید ناصر ضیاء مدنی وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0340-8373787

☆ نیو ملتان کے رفیق تنظیم محمد نفیس اظہر وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0300-7318399

☆ النور کالونی، راولپنڈی کے مبتدی رفیق چودھری محمد اکرم کی والدہ وفات پا گئیں۔

☆ قرآن اکیڈمی لاہور کے کارکن انعام الحق کے والد وفات پا گئے۔

☆ حلقہ ملاکنڈ، دیر کے ملتزم رفیق عالمگیر کے ماموں وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0345-4470863

☆ حلقہ ملاکنڈ، دیر تنظیم کے سینئر رفیق لائق سید کے بہنوئی وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0324-5267846

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

مرکز تنظیم اسلامی کی جانب سے

مبتدی نصاب کی آڈیو (mp3) ریکارڈنگ

ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کی آواز میں کسی بھی ڈیوائس پر دستیاب ہے

- قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں
- رب ہمارا
- دنیا کی عظیم ترین نعمت قرآن حکیم
- راہ نجات
- حب رسول ﷺ اور اس کے تقاضے
- عزم تنظیم
- رسول ﷺ انقلاب کا طریقہ انقلاب
- تعارف تنظیم اسلامی
- تنظیم اسلامی کی دعوت
- تنظیم اسلامی کا تاریخی پس منظر
- اسلامی نظم جماعت میں بیعت کی اہمیت
- انفرادی نجات اور اجتماعیت کے لیے قرآن کا لائحہ عمل

ملنے کا پتہ: مرکز تنظیم اسلامی A-67 علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور
فون: (042)36366638-36293939

تیار کردہ: انجمن خدام القرآن فیصل آباد، P-45 قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد
فون: (041)2437781-2437618

الیکشن قوانین میں تبدیلی اور ختمِ نبوت کا مسئلہ
آخر ہوا کیا ہے؟

ڈاکٹر محمد مشتاق

جب سے الیکشن ایکٹ 2017ء نئے قانون کی صورت میں سامنے آیا ہے اس پر مختلف اطراف سے کافی تنقید ہوئی ہے۔

مقنّنہ کی طرف کسی لغو کام کی نسبت نہیں کی جا سکتی!

یہ تعبیرِ قانون کا بنیادی اصول ہے۔ قانون میں کوئی لفظ کیوں شامل کیا گیا، کیوں نکالا گیا، کیوں تبدیل کیا گیا، کچھ بھی بغیر کسی مقصد کے نہیں ہوتا۔ جب بھی عدالت کسی قانون کی تعبیر کی ذمہ داری ادا کرنے بیٹھتی ہے، یہ اس کے سامنے بنیادی مفروضہ ہوتا ہے۔ اس لیے اگر پہلے سے موجود قانون میں کسی لفظ کی تبدیلی کی جائے تو عدالت لازماً یہ دیکھتی ہے کہ اس تبدیلی کا مقصد کیا تھا تاکہ قانون کی ایسی تعبیر اختیار کی جائے جو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے مناسب ہو۔ یاد رکھیے: تعبیرِ قانون کے معاملے عدالت کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ مقنّنہ کا ارادہ (intention of the legislature) معلوم کر کے اس کی روشنی میں قانون کا مفہوم متعین کرے۔

اس اصول کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ قانون میں کسی لفظ، کسی حرف، بلکہ کسی شوشے کی تبدیلی کو بھی لغو، لایعنی، بغیر کسی مقصد کے، نہ قرار دیا جائے۔

ختمِ نبوت کا حلفیہ بیان کیوں تبدیل کیا گیا؟

اس بنیادی اصول کی روشنی میں اب اس سوال پر غور کیجیے کہ ختمِ نبوت کے اقرار پر مشتمل بیانِ حلفی کے الفاظ میں کیا تبدیلی کی گئی؟ اس تبدیلی کا مقصد کیا تھا؟ اور کیا وہ مقصد حاصل ہو گیا؟

جیسا کہ کئی لوگوں نے واضح کیا ہے، پہلے ختمِ نبوت کا اقرار باقاعدہ بیانِ حلفی کے طور پر کیا جاتا تھا، جبکہ نئے قانون میں اسے محض ایک بیان بنا دیا گیا ہے۔ قانونی لحاظ سے اس فرق کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ محض بیان اگر بعد میں جھوٹا ثابت ہو جائے تو اس کی بنیاد پر بیان دینے والے کے خلاف دستور کی دفعہ 62 کے تحت نااہلی کا مقدمہ قائم نہیں ہو سکتا۔ البتہ اگر بیانِ حلفی بعد میں جھوٹا ثابت ہو جائے تو ایسا شخص دستور کی دفعہ 62 کی رو سے نااہل ہو سکتا ہے۔

اس لیے یہ تو معلوم ہوا کہ جس کسی نے بھی یہ تبدیلی تجویز کی تو اس نے یہ بغیر کسی ارادے کے نہیں کی، اور ارادہ یقیناً اچھا نہیں تھا!

ارادہ اچھا نہ ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ نئے قانون کی دفعہ 60 اور دفعہ 110 کا موازنہ پچھلے قانون کی متعلقہ دفعات سے کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پرانے قانون کی متعلقہ دفعات میں جو دستاویزات مذکور تھیں ان میں ختمِ نبوت کا بیانِ حلفی بھی تھا لیکن نئے قانون کی ان دفعات میں یہ بیانِ حلفی مذکور نہیں ہے۔ البتہ نامزدگی کے فارم میں ختمِ نبوت کا بیان، نہ کہ بیانِ حلفی، شامل کیا گیا ہے، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔ سوال پھر یہ ہے کہ آخر بیانِ حلفی کو قانون کی دفعات سے نکالنے کا مقصد کیا تھا؟ یاد کیجیے کہ مقنّنہ کوئی بھی کام بغیر کسی مقصد کے نہیں کرتی!

اب رہا یہ سوال کہ جس کسی کے کہنے پر بھی قانون میں یہ تبدیلیاں کی گئیں، تو کیا یہ دونوں کام کر چکنے کے بعد اس کا مذموم مقصد پورا ہو گیا؟ اس کا جواب نفی میں ہے۔

ان تبدیلیوں کے باوجود نامزدگی فارم کے آخر میں مذکور ہے کہ فارم بھرنے والا شخص حلفاً تصدیق (solemnly affirm) کرتا ہے کہ فارم میں کی گئی تمام اندراجات اس کے علم اور یقین کی حد تک درست ہیں۔

اس بنا پر ختمِ نبوت کا وہ بیان بھی بیانِ حلفی بن جاتا ہے۔ دراصل فارم کے آخر میں یہ بیانِ حلفی پہلے ہی سے موجود تھا اور جس کسی نے بھی پہلی دو تبدیلیاں کیں، اس کی توجہ اس طرف نہیں گئی۔ میں تو اسے اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل سمجھتا ہوں کیونکہ یہ قوم کم از کم دو معاملات میں کسی قسم کی مداہنت کی قائل نہیں ہے: ختمِ نبوت اور توہینِ رسالت۔

خلاصۂ بحث یہ نکلا کہ ختمِ نبوت کے متعلق بیانِ حلفی کو محض بیان بنا دینے کی کوشش کا مقصد یہ تھا کہ اس کے جھوٹا ثابت ہونے پر کسی کو نااہل نہ قرار دیا جا سکے لیکن الحمدللہ یہ بیان اب بھی بیانِ حلفی ہی ہے۔

حکومت کے مدافعین اگر یہ سمجھتے ہیں کہ حکومت کا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا تو ان پر لازم ہے کہ وہ ان دو تبدیلیوں کی کوئی معقول وجہ بیان کر دیں۔ بارِ ثبوت حکومت کے مدافعین پر ہے، نہ کہ اس کے ناقدین پر۔ کسی معقول جواز کی عدم موجودگی میں ان تبدیلیوں کا واحد مقصد قادیانی لابی کو خوش کرنا ہی تھا، اور کچھ نہیں۔

تاہم میرے نزدیک اس قانون کا اصل مسئلہ یہ نہیں ہے۔ اگر حکومت کے مدافعین اور عذر خواہ ان دو تبدیلیوں کا کوئی معقول جواز تراش بھی لیں، تو اس سے مسئلہ حل نہیں ہوتا کیونکہ جو تیسری بڑی تبدیلی اس قانون نے کی ہے وہ بہت خطرناک ہے اور وہ قطعی ثبوت ہے اس بات کا کہ ان تبدیلیوں کے ذریعے حکومت نے قادیانی لابی کو خوش کرنے کی کوشش کی ہے۔ آگے ہم اسی خطرناک ترین تبدیلی پر بحث کریں گے۔

اس قانون کے ذریعے جو سب سے خطرناک تبدیلی کی گئی ہے، اور جو قانون بنانے والوں کی بدنیتی کا قطعی ثبوت ہے، وہ بیانِ حلفی کے الفاظ میں تبدیلی نہیں بلکہ ایک اور امر ہے جو اس طریقے سے سرانجام دیا گیا ہے کہ اچھے اچھوں کو اس کی خبر ہی نہیں ہو سکی ہے!

نئے قانون کی دفعہ 241 کے ذریعے کئی پچھلے قوانین کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔ انھی قوانین میں ایک قانون جنرل پرویز مشرف کا جاری کردہ وہ صدارتی آرڈر ہے جس کے ذریعے 2002ء کے الیکشن کے لیے قواعد و ضوابط متعین کیے گئے تھے۔ اس آرڈر کو بعد میں سترھویں دستوری ترمیم کے ذریعے مستقل قانون کی حیثیت مل گئی تھی۔

2002ء سے قبل الیکشن جداگانہ طرزِ انتخاب پر ہوتے تھے، یعنی مسلمان امیدوار کو مسلمان ووٹر ہی ووٹ دے سکتا تھا اور غیر مسلم امیدواروں کو غیر مسلم ووٹر ووٹ دیتے تھے۔ 2002ء میں مخلوط طرزِ انتخاب رائج کیا گیا جس میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں قادیانی ووٹر اب ووٹر لسٹ میں اندراج کے ذریعے خود مسلمان نہ کہلوانا شروع کر دیں۔ اس خدشے کے پیشِ نظر جنرل مشرف کو اس صدارتی آرڈر میں دفعہ 7 بی اور دفعہ 7 سی کا اضافہ کرنا پڑا۔

دفعہ 7 بی میں یہ قرار دیا گیا تھا کہ مخلوط طرزِ انتخاب کے باوجود قادیانیوں اور لاہوریوں کی قانونی حیثیت غیر مسلم ہی کی رہے گی، جیسا کہ دستورِ پاکستان میں طے پایا ہے۔

دفعہ 7 سی میں یہ قرار دیا گیا کہ اگر کسی ووٹر پر کسی کو

اعتراض ہو کہ اسے مسلمان ظاہر کیا گیا ہے جبکہ درحقیقت وہ قادیانی یا لاہوری گروپ سے تعلق رکھتا ہے تو اس ووٹر پر لازم ہوگا کہ وہ مجاز اتھارٹی کے سامنے ختم نبوت پر ایمان کے متعلق اس طرح کا بیانِ حلفی جمع کرائے جیسے مسلمان کرتے ہیں ۔ مزید یہ قرار دیا گیا کہ ایسا بیانِ حلفی جمع کرانے سے انکار کی صورت میں اسے غیر مسلم متصور کیا جائے گا اور اس کا نام مسلمانوں کی ووٹر لسٹ سے نکال دیا جائے گا۔ یہ بھی قرار دیا گیا کہ اگر ایسا ووٹر مجاز اتھارٹی کے سامنے پیش ہی نہ ہو، باوجود اس کے کہ اسے باقاعدہ نوٹس مل چکا ہو، تو ایسی صورت میں اس کے خلاف قضاء علی الغائب (ex parte decision) کے اصول پر فیصلہ کیا جائے گا۔

ذرا سوچیے ۔ پرویز مشرف جیسے بدبخت آمر سے بھی اللہ تعالیٰ نے یہ قانون جاری کروایا تھا! پھر یہ بھی سوچیے کہ مسلم لیگ جیسی پارٹی اور اس کے مذہبی اتحادیوں نے اس قانون کو منسوخ کروایا! عبرت کی جا ہے، واللہ!

بہرحال غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جب نئے قانون کی دفعہ 241 کی ذیلی دفعہ جی کے ذریعے 2002ء کے اس قانون کو منسوخ کیا گیا تو اب قانونی حیثیت کیا ہے؟

2002ء کے قانون کی دفعہ 7 (ذیلی دفعہ بی) کی منسوخی کے باوجود قادیانیوں اور لاہوری گروپ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی حیثیت بدستور غیر مسلم ہی کی رہے گی کیونکہ ان کی یہ حیثیت دستور نے متعین کی ہے اور جب تک دستور میں ترمیم کر کے اس قانونی حیثیت کو تبدیل نہ کیا جائے کسی بھی قانون میں تبدیلی یا نئے قانون کی آمد کے بعد بھی ان کی حیثیت بدستور وہی رہے گی۔ البتہ اس طرح کے قانون سے قانون بنانے والوں کی نیت تو بہرحال معلوم ہو جاتی ہے!

سب سے خطرناک ترین حقیقت یہ ہے کہ 2002ء کے قانون کی دفعہ 7 (ذیلی دفعہ سی) کی منسوخی کے بعد اب قادیانی یا لاہوی گروپ کے کسی ووٹر کو مسلمانوں کی ووٹر لسٹ سے نکالنے کا کوئی قانونی طریقہ باقی نہیں رہا۔ اسی سے یہ بات قطعی طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ تبدیلیاں کس کے کہنے پر، یا کس کو خوش کرنے کے لیے کی گئی ہیں! کیا اب بھی کسی ثبوت کی ضرورت باقی ہے؟

☆☆☆

داعی رجوع الی القرآن بانی تنظیم اسلامی
محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ
کے شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل
بیانُ القرآن
ترجمہ و مختصر تفسیر
عوامی ایڈیشن
اب نئے اور منفرد گیٹ اَپ اور دلکش ٹائٹل کے ساتھ
o کتابی سائز میں o مضبوط پیپر بیک بائنڈنگ
ان شاء اللہ العزیز، تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کے موقع پر ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔
یہ سیٹ ”کم قیمت بالا نشیں“ کا منہ بولتا ثبوت ہوگا!
6 حصوں پر مشتمل
مکمل سیٹ کی قیمت صرف -/1800 روپے
سالانہ اجتماع کے موقع پر ایک خوبصورت باکس کے ساتھ مبلغ ایک ہزار روپے میں دستیاب ہوگا۔
مکتبہ خُدام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)

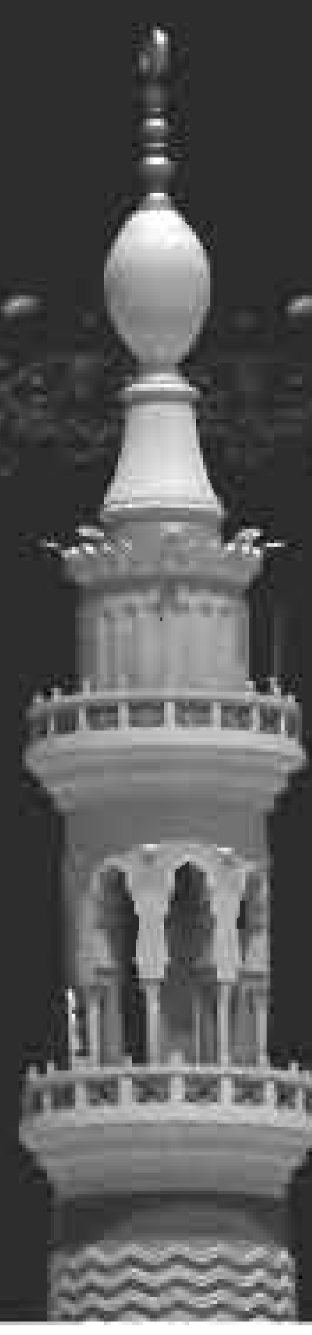

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب
علوم وحِکم قرآنی کا ترجمان
سہ ماہی حکمت قرآن (لاہور)
تازہ شمارہ
اکتوبر تا دسمبر 2017ء
بیاد: ڈاکٹر محمد رفیع الدین — ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ
اس شمارے میں
دینِ حق اور جدیدیت گزیدہ ذہن ورویہ — ڈاکٹر ابصار احمد
مِلاکُ التأویل (۱۱) — ابوجعفر احمد بن ابراہیم الغرناطی
معرفتِ حدیث کے بنیادی علوم — ڈاکٹر محمد سلیم قاسمی
دینی بیانیہ اور تفہیمِ مغرب کی ضرورت — محمد رشید ارشد
اسلام میں عورت کا مقام اور میاں بیوی کے معاملات (۳) — پروفیسر حافظ قاسم رضوان
مہکتے برگد — ڈاکٹر عمران وحید
محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کا دورہ ترجمہ قرآن بزبانِ انگریزی Message of The Quran تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے
☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 60 روپے ☆ سالانہ زرِ تعاون: 240 روپے
مکتبہ خدام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-042-35869501

ماہِ صفر المظفر: اسلام کی نظر میں

(سوشل میڈیا پر کوئی بھی دینی پیغام تحقیق کے بغیر ہرگز فارورڈ نہ کریں)

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

صفر المظفر ہجری کیلنڈر کا دوسرا مہینہ ہے، جو محرم الحرام کے بعد اور ربیع الاول سے پہلے آتا ہے۔ اس مہینہ میں معمول کی ہی عبادت کی جاتی ہے، یعنی کوئی خاص عبادت اس مہینہ میں مسنون یا مستحب نہیں ہے۔ نیز یہ دیگر مہینوں کی طرح ہی ہے، لہٰذا خاص طور پر اس مہینہ میں آفات ومصائب نازل ہونے کا عقیدہ رکھنا غلط ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اس ماہ کو نحوست والا مہینہ سمجھا جاتا تھا، اس لیے وہ اس ماہ میں سفر کرنے سے گریز کیا کرتے تھے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کا غلط وفاسد عقیدہ اِن دنوں سوشل میڈیا پر ہمارے ہی دینی بھائیوں کی طرف سے شیئر کیا جارہا ہے۔ سوشل میڈیا کے جہاں بہت سے فوائد ہیں وہیں نقصانات بھی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں کی اچھی خاصی تعداد پڑھے بغیر اور میسیج کی تحقیق کئے بغیر دوسروں کو فارورڈ کردیتی ہے۔ ان میسیجز میں بعض اوقات نبی اکرم ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب ہوتی ہے جو نبی اکرم ﷺ نے زندگی میں کبھی بھی نہیں کہی۔ حالانکہ اس پر سخت وعیدیں احادیث میں وارد ہوئی ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص میری نسبت وہ بات بیان کرے جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔'' (بخاری)

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان مختلف الفاظ کے ساتھ حدیث کی مختلف کتابوں میں مذکور ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے متعدد مرتبہ ایسا کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کی گئی کوئی بھی بات بغیر کسی تحقیق کے ہرگز فارورڈ نہ کریں۔ اسی طرح فرمان رسول ﷺ ہے: آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بلاتحقیق بیان کرے۔ (مسلم)

نبی اکرم ﷺ نے ماہ صفر سے متعلق اِس باطل عقیدہ کا انکار آج سے 1400 سال قبل ہی کردیا تھا، چنانچہ حدیث کی سب سے مستند کتاب میں وارد ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ماہ صفر (میں نحوست ہونے کا عقیدہ) بے حقیقت بات ہے۔ (بخاری) نحوست تو دراصل انسان کے عمل میں ہوتی ہے کہ وہ خالق کائنات کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے، باوجودیکہ وہ اپنے وجود اور بقا کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کا محتاج ہے۔ اور ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ وہ بھی موت کا مزہ چکھ لے گا اور اس کے بعد انسان کو اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ کا حساب اللہ تعالیٰ کو دینا ہوگا۔ انسان کی زندگی کا جو وقت بھی اللہ کی ناراضگی میں گزرا دراصل وہ منحوس ہے نہ کہ کوئی مہینہ یا دن۔ لہٰذا جو انسان ماہ صفر میں اچھے کام کرے گا تو یہی مہینہ اس کے لیے خیر وبرکت اور کامیابی کا سبب بنے گا اور انسان جن اوقات اور مہینوں میں بھی برے کام کرے گا زندگی کے وہ لمحات اُس کے لیے منحوس ہوں گے۔ مثلاً نماز فجر کے وقت کچھ لوگ بیدار ہوکر نماز پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ بلا عذر بستر پر پڑے رہتے ہیں اور نماز نہیں پڑھتے، تو ایک ہی وقت کچھ لوگوں کے لیے برکت اور کامیابی کا ذریعہ بنا، اور دوسروں کے لیے نحوست۔ معلوم ہوا کہ کسی وقت یا مہینہ میں نحوست نہیں ہوتی بلکہ ہمارے عمل میں برکت یا نحوست ہوتی ہے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: آدم کی اولاد زمانہ کو گالی دیتی ہے، اور زمانہ کو برا بھلا کہتی ہے، حالانکہ زمانہ تو میں ہوں، رات دن کی گردش میرے ہاتھ میں ہے۔ (بخاری) یعنی بعض لوگ حوادث زمانہ سے متاثر ہوکر زمانے کو برا بھلا کہنے لگتے ہیں، حالانکہ زمانہ کوئی کام نہیں کرتا، بلکہ زمانہ میں جو واقعات اور حوادث پیش آتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کے حکم سے ہوتے ہیں۔

غرضیکہ قرآن کریم کی کسی بھی آیت یا نبی اکرم ﷺ کے کسی بھی فرمان میں یہ مذکور نہیں ہے کہ ماہ صفر میں نحوست ہے یا اس مہینہ میں مصیبتیں اور آفتیں نازل ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ صفر کا مہینہ دیگر مہینوں کی طرح ہے، یعنی اس مہینہ میں کوئی نحوست نہیں ہے۔ سیرت نبوی کے متعدد واقعات، بعض صحابیات کی شادیاں اور متعدد صحابیوں کا قبول اسلام بھی اسی ماہ میں ہوا ہے۔ اور عقل سے بھی سوچیں کہ مہینہ یا زمانہ یا وقت کیسے اور کیوں منحوس ہوسکتا ہے؟ بلکہ ماہ صفر میں تو نحوست کا شبہ بھی نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس کا نام صفر المظفر ہے جس کے معنی ہی ہیں ''کامیابی کا مہینہ''۔ جس مہینہ کے نام میں ہی خیر اور کامیابی کے معنی پوشیدہ ہوں وہ کیسے نحوست کا مہینہ ہوسکتا ہے؟

اِن دِنوں سوشل میڈیا پر کسی بھی پیغام کو فارورڈ کرنے کا سلسلہ بڑی تیزی سے جاری ہے، چاہے ہم اس پیغام کو پڑھیں یا نہ پڑھیں، اس کی تحقیق کرنے کی ضرورت بھی سمجھیں یا نہ سمجھیں کہ میسج صحیح معلومات پر مشتمل ہے یا جھوٹ کے پلندوں پر۔ مثال کے طور پر کبھی کبھی سوشل میڈیا کے ذریعہ پیغام پہنچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے 5 نام کسی بھی 11 مسلمانوں کو بھیج دیں تو بڑی سے بڑی پریشانی حل ہوجائے گی۔ اسی طرح فلاں پیغام اگر اتنے احباب کو بھیج دیں تو اس سے فلاں فلاں مسائل حل ہوجائیں گے۔ اس طرح کے پیغامات کا شریعت اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں۔

موجودہ زمانہ میں تعلیم وتعلم اور معلومات فراہم کرنے کے لئے سوشل میڈیا کا بھی استعمال کیا جارہا ہے، یہ بھی اللہ کی ایک نعمت ہے بشرطیکہ اس کا صحیح استعمال کیا جائے۔ مگر بعض حضرات کچھ پیغام پڑھے بغیر یا تحقیق کئے بغیر دوسروں کو فارورڈ کردیتے ہیں۔ اب اگر غلط معلومات پر مشتمل کوئی پیغام فارورڈ کیا گیا تو وہ غلط معلومات ہزاروں لوگوں میں رائج ہوتی جائیں گی، جس کا گناہ ہر اس شخص پر ہوگا جو اس کا ذریعہ بن رہا ہے۔

خلاصۂ کلام: سوشل میڈیا کو ہمیں اپنے شخصی وتعلیمی وسماجی وتجارتی مراسلات کے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ دین اسلام کی تبلیغ اور علوم نبوت کو پھیلانے کے لیے استعمال کرنا چاہیے کیونکہ موجودہ دور میں یہی ایک ایسا میڈیا ہے جس کے ذریعہ ہم اپنی بات دوسروں تک بآسانی پہنچا سکتے ہیں، ورنہ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا تو عمومی طور پر مسلم مخالف طاقتوں کے پاس ہے۔ نیز اگر صحیح دینی معلومات پر مشتمل کوئی پیغام مستند ذرائع سے آپ تک پہنچے تو آپ اس پیغام کو پڑھیں بھی، نیز اپنی استطاعت کے مطابق زیادہ سے زیادہ لوگوں کو بھی فارورڈ کریں تاکہ اسلام اور اس کے تمام علوم کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہوسکے۔ لیکن اگر آپ کے پاس کوئی پیغام غیر معتبر ذرائع سے پہنچے تو اس پیغام کو بغیر تحقیق کئے ہرگز فارورڈ نہ کریں۔ ماہ صفر کے منحوس ہونے یا اس میں مصیبتیں اور آفات نازل ہونے کے متعلق کوئی ایک روایت بھی موجود نہیں ہے، اور نہ ہی آج تک کسی مستند عالم دین نے اس کو تسلیم کیا ہے، لہٰذا اس نوعیت کے پیغام کو ہرگز ہرگز دوسروں کو ارسال نہ کریں، بلکہ انہیں فوراً ڈیلیٹ کردیں۔ ☆☆☆

Muslim Ummah Suicide in Instalments

The devastating twin blasts in Mogadishu, capital of war-torn Somalia, October 14, caused more than 250 deaths and injured more than 300 innocent citizens. Among the dead at least 130 had burned beyond recognition. This brings to mind the sorry state of affairs prevailing in the Muslim world which has destabilised the Ummah and pushed it into an inferno, deliverance from which appears to be extremely difficult.

Country after country has been facing a series of man-made disasters, conflicts and wars. Afghanistan is trying to rise from ashes. Algeria still mourns its 11 lakh sons who laid down their lives for gaining freedom from French colonial chains. Iran still remembers what America did to it and is still doing. Libya still remembers the dictatorship of Ghaddafi and worst death and destruction brought by the intervention of the so-called democratic powers of the west. Egyptians continuously taste the bitter fruits of American sponsored and Saudi supported authoritarian rule of Gen. Sisi. And the Ikhwan cadres who for the first time introduced democracy in Egypt are continuously suffering behind the bars in Sisian jails, facing cruel prosecutors and suffering from arbitrary judgments of state imposed judges. Egyptian dispensation has the dubious distinction of killing thousands and jailing tens of thousands of Ikhwan cadres and sympathisers. The vengeance of Sheikh Haseena Wajid in Bangladesh against her political opponents isn't too different either. Add to this the hopelessly prolonging sufferings of the poorest Arab country Yemen which has a population of 28 million. Recent reports indicate that a quarter of Yemen's population is starving. Up to now the war has devoured more than 10,000 citizens. About half a million children under the age of five are severely malnourished. More than 2000 people, majority of them children, have died of cholera in the past six months. Other diseases are continuously taking toll of precious human lives, especially the poor and the children. The arms blockade by their big brother Saudi Arabia has in a way affected the shipment of food and medicine and other lifesaving essential commodities. Simultaneously, Iran has forced a significant percentage of the Yemeni population to fight a civil war and serve as a proxy in its fight for regional hegemony with Saudi Arabia. Remember that this poorest of Arab countries imports almost 80 per cent of food from the outside world.

The worldwide Muslim Ummah, which makes one-fourth of humanity, is bewildered as to when its leaders will come back to the path of sanity and set their house in order. Will they be hurtling madly on the path of destruction and suicide in instalments? With such leadership the Ummah does not require external enemies. The need of the hour is to revert to the pristine principles of the Muslim Ummah that existed fourteen centuries ago. If the Muslim Ummah is unwilling and unable to achieve that, blaming others for their precarious situation would not serve any purpose.

Source: *Adapted from an article published in Radiance Viewsweekly*

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً﴾

تنظیمِ اسلامی کا سالانہ

کُل پاکستان اجتماع

24، 25، 26 نومبر 2017ء

(بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار)

بمقام **مرکزی اجتماع گاہ، بہاولپور**

منعقد ہو رہا ہے (ان شاء اللہ العزیز)

((قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ))

"اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری محبت لازم ہوگئی ان کے لیے جو میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے اور مل بیٹھتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملاقات (کے لیے سفر اختیار کرتے) اور ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں۔"

(مستدرک حاکم، کتاب البر والصلة، موطا امام مالک کتاب الشَّعر، باب السّنة فی الشَّعر)

تمام رفقاء کو شرکت کی بھرپور دعوت ہے

تفصیلات کے لیے اپنے مقامی نظم سے رجوع کیجیے!

المعلن: ناظم اعلیٰ، تنظیم اسلامی فون: 36316638-36293939(042)
36366638

VOL : 26 Regd. C.P.L NO. 114 No.44
Weekly Nida-e-Khilafat Lahore